نعت، منقبت و غزل کا حسین مجموعہ کلام

جمالِ خلیل

خلیلِ ملت، خلیل العلماء، مفتئ اعظم پاکستان

الحاج مفتی محمد خلیل خاں خلیل برکاتی

قادری نوری المارہروی قدس سرہ العزیز

مرتب:

عالمی مبلغ، مفتی اعظم اہلسنت، محامد العلماء، فخر رضویت

الحاج مفتی احمد میاں حافظ البرکاتی مدظلہ

شیخ الحدیث و مہتمم دار العلوم احسن البرکات، حیدرآباد

بہ تعاون: مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ ○ شاہراہ مفتی محمد خلیل خاں ○ حیدرآباد

دربار مارکیٹ ○ لاہور

نعت، منقبت و غزل کا حسین مجموعہ کلام

جمالِ خلیل

تالیف

خلیلِ ملت، خلیل العلما، مفتیِ اعظم پاکستان

الحاج مفتی محمد خلیل خاں خلیل برکاتی

قادری نوری المارہروی قدس سرہ العزیز

○

مرتب:

عالمی مبلغ، مفتیِ اعظم اہلسنت، مجاہد العلماء، فخرِ رضویت

الحاج مفتی احمد میاں حافظ البرکاتی مدظلہ

شیخ الحدیث و مہتمم دار العلوم احسن البرکات حیدرآباد

○

بہ تعاون: مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ ○ شاہراہ مفتی محمد خلیل خاں ○ حیدر آباد

○

Ph: 042-37248657- 37112954
Mob: 0300-9467047- 0321-9467047- 03004505466
Email:zaviapublishers@gmail.com

2013ء

باراول.....................1100

ہدیہ...........................

زیرِ اہتمام...............نجابت علی تارڑ

﴿لیگل ایڈوائزرز﴾

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

﴿ملنے کے پتے﴾

راولپنڈی کے سول ڈسٹری بیوٹر

اِسلامک بُک کارپوریشن

فضل داد پلازہ - اقبال روڈ - کمیٹی چوک ○ راولپنڈی 051-5536111

سلام بک شاپ، مین ایم اے جناح روڈ، کراچی 021-32212167

مکتبہ رحیمیہ، اردو بازار، کراچی 021-32744994

مکتبہ برکات المدینہ، کراچی 021-34219324

مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدر آباد 022-2780547

مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی 021-32216464

ملت پبلی کیشنز، دوکان نمبر 5، مکہ سینٹر، اردو بازار لاہور 042-37239201

نورانی ورائٹی ہاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان 0321-7387299

کتب خانہ حاجی نیاز احمد، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان 0313-8461000

مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف 0301-7241723

مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ 0321-7083119

مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد 0333-7413467

مکتبہ سخی سلطان حیدر آباد 0321-3025510

مکتبہ قادریہ سرکلر روڈ گوجرانوالہ 055-4237699

نام دیوان: جمال خلیل

شاعر: مفتی محمد خلیل خاں خلیلؔ مارہروی

موضوع: نعت، منقبت، غزل وغیرہا

مرتب: مفتی احمد میاں حافظ البرکاتی

معاون ترتیب: مفتی محمد حماد رضا خاں برکاتی نوری الیمنی

تعریض: سید آل رسول حسنین میاں برکاتی نوری

تقدیم: ڈاکٹر محمد مسعود احمد

محرک: افتخار احمد انجمؔ ایم۔اے

نگراں طباعت: صاحبزادہ قاری محمد جواد رضا برکاتی الشامی

معاون نگراں: محمد حسان رضا خاں برکاتی، محمد نعمان رضا خاں برکاتی

مؤید: مولانا محمد میاں نوری

کمپوزنگ: حافظ سید عطا بخاری برکاتی

صفحات: 160

تعداد: 1100

باراول: محرام الحرام ۱۴۱۶ھ/ جون ۱۹۹۵ء

باردوم: ربیع النور شریف ۱۴۳۴ھ/ جنوری ۲۰۱۳ء

زیراہتمام: نجابت علی تارڑ

ناشر: زاویہ پبلشرز، لاہور

بہ تعاون: مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، شعبہ تبلیغ واشاعت، دارالعلوم احسن البرکات، شارع مفتی محمد خلیل خاں برکاتی، حیدرآباد

+92-22-2780547,+92-312780547

آئینہ جمالِ خلیل

مشمولات

صفحہ

آئینہ جمالِ خلیل

آئینۂ جمالِ خلیل

آئینۂ جمالِ خلیل

آئینہ جمال خلیل

آئینہ جمالِ خلیل

قطعاتِ غزلیہ

اِنتساب

امام سلسلۂ برکاتیہ، سلطان العاشقین قطب عالم، صاحب البرکات
حضرت سیدنا السید الشاہ برکت اللہ عشقی مارہروی قدس العزیزہ
(۲۶ جمادی الاُخریٰ سنہ ۱۰۷۰ھ۔ شب عاشورۂ محرم الحرام ۱۱۴۲ء/ ۱۷۲۹ء)

کے نام!

جن کی نسبت سے ....
.... جمالِ خلیل ....اور نکھر گیا!

مرتب:
احمد میاں حافظ البرکاتی

عرض مرتب

خلیل العلماء و الاولیاء، خلیل ملّت و دین، مفتیِ اعظم پاکستان، سردار بزم علم و حکمت، استاذ الاساتذہ، استاذ القضاۃ، ماہر قانون وراثت، حامل رشد و ہدایت، ناشر احکام شریعت، واقف اسرار طریقت، سالک راہ حقیقت، عارف سبیل معرفت، زینت مسند اکابر شریعت و طریقت، عاشق محبوب جلیل، واقف علم و حکمتِ خلیل، خلیل جلیل، صاحب سیرت جمیل، شیخ الحدیث و التفسیر مفتیِ زماں حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری نور اللہ مرقدہ، و دامت فیوضہ،

کا شمار، ان شعراء میں ہے ...... جو بیک وقت ......محدث...... مفسر......مناظر......مفتی......مدرس......مصنف......مترجم......منتظم......فقیہ...... واعظ......ہیں اور اس کے باوجود......سادگی کے حامل ہیں............

یہی وجہ ہے کہ آپ کا شوق شاعری و کمال شاعری اب تک بہت سے پردوں میں چھپا رہا......اور جلوہ عام نہ کر سکا............

فقیر قادری عرصہ سے اس کوشش میں لگا رہا کہ حضرت کا تمام کلام منظر عام پر آئے، لیکن حالات کی کشاکش کی وجہ سے تاخیر ہوتی چلی گئی۔ حضرت

کا قلمی کام اب بھی فتاویٰ کی صورت میں اتنا بکھرا ہوا ہے کہ اسے سمیٹتے سمیٹتے زندگی کے لڑکپن سے دوپہر ہوگئی۔ اب سہ پہر قریب اور شام ڈھلنے کو ہے۔ بلاوے کا کچھ پتہ نہیں کب آجائے۔ ایسے میں جو کام ہوجائے وہ کم ہے۔ آپ کے بہت سے فضائل و مناقب اور حالات و سوانح پر مشتمل ایک جامع کتاب ''عرفان خلیل'' بھی زیر ترتیب ہے۔ اس کے بعد انشاء اللہ آپ کے فتاویٰ کی ترتیب وطباعت کا بارگراں بھی اٹھانا ہے۔

فی الوقت قارئین کرام حضرت کی زندگی کا یہ چھپا رخ دیکھیں اور مستفیض ہوں اور حضرت کے لئے بلندیٔ درجات کی دعا کے ساتھ ساتھ فقیر کے حسن خاتمہ کی دعا بھی فرمائیں۔

حضرت خلیلؔ مارہروی رحمتہ اللہ کا ایک دیوان دوران ہجرت، راستہ میں ضائع ہوگیا۔ اس میں کچھ کلام، ہندوستان کے بعض جرائد و اخبارات کی زینت بنا ہے، تلاش بسیار کے باوجود، اس میں سے بہت سا کلام حاصل نہ ہوسکا، اس لئے جمال خلیل میں شائع نہ ہوسکا۔ اگرچہ فن شاعری میں حضرت نے باقاعدہ کسی کے سامنے زانوئے تلمذ طے نہ کیا۔ تاہم آپ کے کلام کا اکثر حصہ مرشد گرامی حضرت شاہ اولاد رسول سید محمد میاں قادری قدس سرہٗ العزیز نے سنا ہے اور خوب داد دی ہے۔

جمال خلیل کی ترتیب میں اگر ایک طرف افتخار انجم ایم۔اے نے بھرپور محنت کی جو خود بھی ایک عمدہ شاعر ہیں اور حضرت کے داماد ہیں تو

دوسری جانب برخوردار حافظ محمد حماد رضا خاں برکاتی سلمہٗ، اور برادرم مولانا محمد میاں نوری سلمہم اللہ نے بھی خوب محنت کی ہے اللہ کریم ان سب کی محنت قبول فرمائے۔ آمین

فقیر قادری احمد میاں برکاتی غفرلہٗ

خلف اکبر حضرت خلیل رحمۃ اللہ علیہ

۹ر رمضان المبارک سنہ ۱۴۱۵ھ

۱۰ر فروری سنہ ۱۹۹۵ء جمعتہ المبارک

۷۸۶

۹۲

کالنیہ، سانتا کروز بمبئی ۲۹
۱۳شوال المکرم ۱۴۱۲ھ

برادر بجاں برابر

مفتی احمد میاں سلّمہٗ، سلام مسنون و ادعیہ عافیت دارین۔ آپ کی فرمائش کی تکمیل میں تاخیر ہوئی، یہ میری تقصیر ہے، مصروفیات بہت تھیں اس لئے قلم نہ اٹھا سکا۔ جستہ جستہ مضمون پورا کیا۔ امید ہے پسند آئے گا۔ رسید سے مطلع کریں۔

گھر میں سب کو تحیّات سلام مسنون۔

آپ کا بڑا بھائی
سید آلِ رسول

تعریض

مجھے کچھ کہنا ہے

از: جناب سید آل رسول صاحب نظمیؔ مارہروی مدظلہٗ

میں نے انہیں دیکھا بھی ہے اور برتا بھی۔ دیکھا بھی ہوش میں اور برتا بھی ہوش میں۔ میں ان دنوں مارہرہ مطہرہ میں ہی زیر تعلیم تھا۔ وہ اپنے مرشد حضرت سیدنا شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن صاحب قدس سرہٗ کے عرس میں شرکت کرنے تشریف لائے تھے۔ عرس میں آنے والے چند ہی علمائے کرام ایسے ہوتے تھے جن سے خانقاہ کے بچے مانوس تھے۔ ایک مولانا عبید اللہ صاحب علیہ الرحمتہ والرضوان اور دوسرے حضور خلیل العلماء محمد خلیل خاں صاحب برکاتی قدس سرہٗ العزیز۔ میں اس وقت موخر الذکر کی ہی یاد کی خوشبو سے اپنی روح میں تازگی بھر رہا ہوں۔ کھرے پٹھان ہونے کے باوجود ان کی مسکراہٹ ایسی دلنواز تھی کہ سامنے والے کو مسحور کردیتی تھی۔ وہ خلیل جلیل ہونے کے ساتھ ساتھ سراپا جمیل بھی تھے۔ منبر پر تشریف فرما ہوتے تو ہر طرف نور ونکہت کی بارش ہونے لگتی۔ علم کا سمندر تھے۔ دیکھا تو نہیں مگر سنا ہے کہ خانقاہ میں رہتے اور میرے عم محترم حضور احسن العلماء سید شاہ حسن میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کو درس دیا کرتے تھے۔ البتہ یہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ میرے والد ماجد حضور سید العلماء علیہ الرحمتہ ان سے خصوصی محبت سے پیش آتے تھے۔ مرشد کے آستانے کا رنگ ان پر

اس قدر غالب تھا کہ پہلی ہی نظر میں ہر کوئی ان کی برکاتیت بلکہ مارہرویت کا قائل ہو جاتا تھا زبان میں جادو، قلم میں تاثیر، شخصیت میں ہر دلعزیزی کے اوصاف، خلیل العلماء علیہ الرحمتہ ہمیشہ آستانۂ برکات کی آبرو بنے رہے۔ برسوں بعد وہ پھر مارہرہ تشریف لائے ہم میں سے ایک ایک کو پہلی نظر میں پہچانا اور پہلے کی طرح بھرپور شفقت برسائی علالت کے باعث اگرچہ زبان متاثر تھی، مگر اس حالت میں بھی ہم لوگوں سے خوب خوب باتیں کیں، نئی پرانی باتیں۔ اس دورے میں وہ پودا ماشاء اللہ تناور درخت بن کر میرے سامنے آیا تھا۔ سچ یہ ہے کہ میں پہلی نظر میں احمد میاں کو پہچان نہیں پایا۔ اور جب رسمی تعارف کے بعد میں نے احمد میاں کو اپنے گلے سے لگایا تو خلیل العلماء علیہ الرحمتہ کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔

خلیل العلماء یوں تو ہندوستان سے ہجرت کر گئے تھے مگر عرس قاسمی میں ان کی نظم کردہ منقبتیں، اور نعتیں اور گاگر چادر کے جلوس میں پڑھی جاتیں اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

خلیل العلماء علیہ الرحمتہ تحریر اور تقریر دونوں ہی میدانوں کے شہسوار تھے۔ بچپن میں ان کے تحریر کردہ اسلامی عقائد اور دینیات پر چھوٹے چھوٹے رسالے ہمیں بھی پڑھائے گئے۔ بچوں کے لئے لکھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں، بالخصوص مذہبی موضوع پر۔ مگر خلیل العلماء نے سوال جواب کے روپ میں مذہبی معلومات پر مشتمل وہ کتابچے تحریر فرما کر دین کی بڑی بھاری خدمت انجام دی۔ آسان زبان ان کے قلم کی خصوصیت تھی۔ یہ کتابچے ہندو پاک میں کافی مقبول ہوئے۔

اس وقت ہمارے سامنے خلیل العلماء علیہ الرحمتہ کے قلم کا ایک اور روپ موجود ہے۔ یعنی ان کا دیوان۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! دودھ اور شہد میں دھلا ہوا کلام ہے۔ ''جمال خلیل'' کے عنوان سے نعت منقبت اور غزل کا یہ حسین مرقع خلیل العلماء کے ہونہار صاحب زادے اور سچے وارث میرے بھائی مفتی احمد میاں برکاتی سلمہٗ تعالیٰ نے ترتیب دیا ہے۔ خلیل العلماء صرف شاعر ہی نہیں، عالم جلیل بھی ہیں۔ اور انکے خداداد علم کی یہ جلالت ان کے قلم کی ہر جنبش سے ہویدا ہے۔

جا کے لاائے شوقِ بے پایاں قلمدانِ حبیب
کچھ مضامین نعت کے لکھ زیرِ عنوان حبیب
سامنے کھولے ہوئے دو صفحۂ رخسار ہیں
یوں تلاوت کر رہا ہے روئے قرآنِ حبیب

خلیل العلماء نے بڑی سنگلاخ زمینوں کا انتخاب فرمایا۔ اور ان پتھریلی زمینوں میں مضامین کے وہ گلاب کھلائے ہیں جن کی خوشبو مسحور کن ہے اور رنگت ہوش ربا۔

دیکھ کر طیبہ کے سائے بے خودی میں کھو گئے
ہوش دیوانوں کو آیا اپنی منزل کے قریب
ہیں فروزاں مشعلیں قدسیوں کے روپ میں
روضۂ پر نور پر سجدہ گہہ دل کے قریب

کہیں کہیں ایسی زمینوں کا انتخاب کیا ہے جن میں ایک دو شعر نظم کرنا

صرف اساتذۂ فن کا ہی حصہ ہے۔

دیار طیبہ میں مرنے کی آرزو ہے حضور
یہی ہے متن یہی شرح گفتگو ہے حضور

خلیل العلماء کے کلام میں وارفتگی بھی ہے اور شگفتگی بھی۔ کیف و مستی بھی ہے، خیال محبوب کی سرشاری بھی۔

کچھ ایسا مست و بے خود ہوں خیال کوئے جاناں میں
کہ رکھ چھوڑا ہے گلدستہ ارم کا طاق نسیاں میں
لگا دی آگ بڑھ کر زندگی کے جیب و داماں میں
جنوں کو ہوش گر آیا تو آیا کوئے جاناں میں
وہ کی ہے ضوفشانی جلوۂ رخسار جاناں نے
پڑی ہے صبح محشر منہ لپیٹے اپنے داماں میں

سبحان اللہ! کیسے اچھوتے مضامین نظم فرمائے ہیں۔ ایسا لگتا ہے خلیل العلماء قلم نہیں چلا رہے بلکہ قلم چلوایا جا رہا ہے۔

وہ شیرینی ہے نام پاک کے میم مشدد ہیں
کہ رہ جاتے ہیں دونوں لب بہم چسپیدہ چسپیدہ

اور یہ شعر ملاحظہ ہو۔

مری مٹھی ٹھکانے لگ چکی تھی فضل یزداں سے
صبا ناحق اڑا لائی مدینے کے بیاباں سے

خلیل العلماء کا وطن ایک طرح سے مارہرہ مطہرہ ہی تھا۔ جی ہاں، وہی مارہرہ مطہرہ جس نے اپنے دور میں بڑے پایہ کے شعراء پیدا کئے۔ احسنؔ مارہروی، دلیرؔ مارہروی، سواحیؔ مارہروی، وغیرہم۔ پھر خود خلیل العلماء علیہ الرحمتہ کے مرشدان عظام میں بیمیؔ، عینیؔ، نوریؔ جیسے مایۂ ناز شعراء کرام گزرے جو صاحبِ معرفت بھی تھے اور اہل لطافت بھی۔ خلیل العلماء کو مارہرہ کی مٹی سے بہت کچھ ملا۔ ان کی شاعری میں تغزل بھی اسی مٹی کی دین ہے۔

خلیلؔ تجھ سا سیاہ کار اور نعت بنی
یہ فیض مرشد برحق ہے ورنہ تو کیا ہے

گزرتے ہیں خیال عارض و گیسو میں روز و شب
مری ہر شامِ عسرت ابتدائے صبحِ عشرت ہے
تصور میں وہ آ آ کر لگی دل کی بجھاتے ہیں
تکا کرتی ہے منہ جلوت، مری خلوت وہ خلوت ہے
مری نظریں اڑا لائیں ہیں کس کا جلوۂ رنگیں
کہ چشم نامرادی سے ٹپکتا خونِ حسرت ہے

ایک ایک شعر پڑھتے جائیے، صاف نظر آتا ہے کہ داغ کے گھرانے کا کوئی فرد لیلیٰ سخن کے گیسو سنوار رہا ہے۔ داغ کے گھرانے کے گدگداتے ہوتے اشعار خلیل العلماء کی نعتوں کا انداز بن گئے ہیں۔ آستانِ نبی

کے بارے میں فرماتے ہیں۔

یہ سراغِ معرفت ہے یہی راز بندگی ہے
کہ یہ آستان نہ ہوتا تو جبیں کہاں جھکاتے
یہ مری خودی نے مجھ کو کیا پائمال ورنہ
کہیں ان کے آستاں سے بھلا ہم بھی سر اٹھاتے

دیوان کے آخر میں ''غزلیات'' کا شعبہ شامل کیا گیا ہے جس نے اس قلمی کو دیوان نعت سے زیادہ کلیات خلیل کا روپ دیدیا ہے۔

خلیل العلماء کے قلم کی انگڑائیاں یہاں بھی اپنے شباب پر ہیں۔ غزل میں خلیل العلماء نے بڑے اچھوتے مضمون باندھے ہیں۔ یہ شعر ملاحظہ ہو۔

وہ میرے دستِ جنوں کی نقاہتیں توبہ
کہ چاک تھا جو گریباں وہ دھجیاں نہ ہوا

داغ کے گھرانے کی شوخی ملاحظہ ہو۔

صدقہ دیتا ہوں پارسائی کا
تھوڑی سی مے گرا کے پیتا ہوں
ان کی آنکھوں کو دیکھتا ہوں خلیلؔ
گویا ساغر اٹھا کے پیتا ہوں

یہ دو چار الفاظ جو میں نے لکھے انہیں تقدیم، تعریف یا تقریظ کوئی بھی نام دینے کی جگہ محض خراجِ عقیدت کیا جائے تو میں اسے اپنے لئے باعث صد

افتخار سمجھوں گا۔ میرے بھائی مفتی احمد میاں برکاتی سلمہ اللہ تعالیٰ نے یہ دیوان مجھے اکتوبر ۱۹۹۱ء میں بھیجا تھا اور فرمائش کی تھی کہ میں کچھ لکھ بھیجوں۔ جانِ برادر، میں شرمندہ ہوں کہ اپنی مصروفیات کے باعث میں آپ کی فرمائش کی بروقت تکمیل نہ کرسکا۔ اگر دیر آید درست آید کے مقولے کو میرے حق میں بہتر سمجھیں تو میری اس تحریر کو قبول کریں۔

اگر دیوان شائع ہو چکا ہو، تو دوسرے ایڈیشن میں اسے شامل کریں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے صدقہ وطفیل میں حضرت اقدس خلیل العلماء علیہ الرحمتہ والرضوان کے فیضانِ روحانی سے ہم سنّی برکاتی خدام کو بہرہ ور فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

"جمال خلیل" کی کامیابی کے لئے دعا گو۔

سید آل رسول حسنین میاں برکاتی نوری

سجادہ نشین، آستانہ عالیہ قادریہ، برکاتیہ، نوریہ، امیریہ

مارہرہ مطہرہ

۱۳ شوال المکرم ۱۴۱۲ھ

بمقام، سانتا کروز، بمبئی ۲۹

باسمہ تعالیٰ

تقدیم

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایم اے، پی ایچ ڈی
ایڈیشنل سیکریٹری محکمۂ تعلیم سندھ گورنمنٹ

علامہ مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی مارہروی

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

جب ہم ماضی کی طرف پلٹ کر دیکھتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک قیامت گزر گئی، اللہ اکبر! کیسی کیسی عظیم ہستیاں اٹھ گئیں، ماحول خالی خالی سا نظر آتا ہے، فضائیں بے کیف سی معلوم ہوتی ہیں، رنگِ محفل پھیکا پھیکا سا دکھائی دیتا ہے.......... اس میں شک نہیں مثالی شخصیتوں کا اٹھ جانا ملتِ اسلامیہ کے لئے ایک بڑا المیہ ہے، نہایت کربناک اور غمناک..........
انھیں مثالی شخصیتوں میں حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ بھی تھے.......... وہ مفتی بھی تھے، مدرس بھی.......... وہ مصنف بھی تھے اور مترجم بھی، وہ مبلغ بھی تھے اور مقرر بھی اور شاعر بھی تھے.......... اس مقالے میں ان کی شعر گوئی پر گفتگو کرنا مقصود ہے لیکن پہلے موصوف کی سوانح پر مختصراً روشنی ڈال دی جائے۔

مفتی صاحب ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء میں ہندوستان میں پیدا ہوئے، اپنے مقام ولادت (موضوع کھریری، ریاست دادوں ضلع علی گڑھ) سے ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۳ء میں مارہری شریف آ گئے جو امام احمد رضا خاں بریلوی کا پیر خانہ ہے۔ یہاں آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۶ء میں ۶ سال کی عمر میں اسکول میں داخل ہوئے اور ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۴ء میں مڈل پاس کیا۔ ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۵ء میں مدرسہ حافظیہ سعیدیہ، دادوں (ہندوستان) میں درس نظامی کا آغاز کیا۔ مفتی صاحب کے اساتذہ میں امام احمد رضا خاں بریلوی کے صاحب زادے مفتی اعظم علامہ مفتی محمد مصطفٰے رضا خاں بریلوی اور شاگرد و خلیفہ علامہ امجد علی اعظمی جیسے کامل علماء و فضلاء تھے............ وہ ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۸ء میں شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری (م۔ ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۵۷ء) کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء میں مرشد گرامی نے نیابتہً اجازت دی پھر سید حسن میاں سجادہ نشین مارہرہ شریف نے تحریراً اجازت مرحمت فرمائی ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۵ء میں مفتیٔ اعظم ہند نے بھی چاروں سلسل میں اجازت عنایت فرمادی......

مفتی صاحب نے ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۰ء میں مولوی عربی کا امتحان پاس کیا، ۱۳۶۱ھ/ ۱۹۴۰ء میں عالم عربی کا۔ اسی سال سراج العوارف کا ترجمہ کر کے تصنیف و تالیف کا آغاز فرمایا...... ۱۳۶۳ء/ ۱۹۴۵ء میں درس نظامی سے فراغت حاصل کی اور مفتی اعظم ہند علامہ مفتی محمد مصطفٰے رضا خاں بریلوی نے

سندِ حدیث عطا فرمائی...... ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۶ء میں مفتی صاحب نے تبلیغ وتقریر کا آغاز فرمایااور اسکے ساتھ تدریس بھی شروع کی، مدرسہ قاسم البرکات (مارہرہ شریف)، اور مدرسہ قمر الاسلام (میرٹھ) میں صدرِ مدرس بھی رہے...... ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء میں شادی ہوگئی، اسی سال مدرسہ اسلامیہ میں (مارہرہ شریف) میں تدریس اور افتاء کی ذمہ داریاں سپرد کی گئیں اور اسی سال جامع مسجد میں شیش گراں، (مارہرہ شریف) میں امامت، خطابت کا آغاز فرمایا...... ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء میں پاکستان تشریف لے آئے، پہلے میرپور خاص (سندھ) میں رہے پھر کراچی اور ۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۲ء میں حیدرآباد سندھ تشریف لے آئے اور اسی سال دارالعلوم احسن البرکات کی بنیاد رکھی...... مفتی صاحب اس کے مہتمم اور شیخ الحدیث تھے...... ۱۳۹۸ء/ ۱۹۷۸ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین طیبین سے مشرف ہوئے...... ۱۹۸۴ء میں شدید علیل ہوئے اور تصنیف وتالیف، تدریس وتبلیغ کا کام موقوف ہوگیا دوسرے ہی سال ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ/ مطابق ۱۸ جون ۱۹۸۵ء کو ۶۵ سال کی سال کی عمر میں وصال فرمایااور حیدرآباد سندھ میں دربار جیلانی سخی عبدالوہاب شاہ میں رکھے گئے۔

مفتی صاحب کے صاحبزادگان ابوحماد مفتی احمد میاں برکاتی صاحب علم و فضل اور صاحب تصنیف وتالیف میں وہ والد گرامی کی حیات ہی میں دارالعلوم احسن البرکات کے ناظم ہوگئے تھے اور اب وہ مفتی صاحب کے جانشین ہیں، وہ بڑی

صلاحیتوں کے مالک ہیں، اپنے والد گرامی کی تمام ذمہ داریاں باحسن طریق انجام دے رہے ہیں، مولیٰ تعالیٰ ان کے فیض کو جاری وساری رکھے۔ آمین

مفتی صاحب نے تقریباً ۵۸ تصانیف وتراجم یادگار چھوڑی ہیں جن میں سے نصف شائع ہو چکی ہیں، مثلاً ترجمہ سبع سنابل، ہماری نماز، ہمارا اسلام، سنّی بہشتی زیور، عقائد اسلام، نورِ علیٰ نور، فیصلہ ہفت مسئلہ وغیرہ وغیرہ

اب ہم علامہ مفتی محمد خلیل خاں قادری کی شاعری کی طرف متوجہ ہوتے ہیں......

پھول برسانہ یوں سخن کے خلیلؔ
غنچۂ و گل کو شرم آتی ہے

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ''مولوی'' جذباتِ عشق ومحبت سے عاری ہوتا ہے اس لئے وہ اچھا شعر نہیں کہہ سکتا حالاں کہ عاشق رسول جذبات عشق ومحبت سے مالا مال ہوتا ہے ہاں گستاخِ رسول اس دولت سے ضرور محرم رہتا ہے.......... عشق ومحبت انسان کو ذکی اور ذہین بنا دیتے ہیں اور گستاخی و بے ادبی سے انسان غبی اور رہند ذہن بن جاتا ہے.......... عاشق کا دل و دماغ کھلا ہوا ہوتا ہے اور اگر عاشق علم وفضل سے آراستہ ہو تو سبحان اللہ و ماشاء اللہ!.......... اس کے جذبات جھوٹے نہیں، سچے ہوتے ہیں کیوں کہ اس کا محبوب سچا ہوتا ہے.......... مجازی عاشقوں کو اس حقیقت کی خبر نہیں .... یہ دنیا ہی اور ہے...... اردو کے مشہور شاعر داغ دہلوی، امام احمد رضا خاں کے

چھوٹے بھائی حسن رضا خاں بریلوی کے استاد تھے ایک حسن بریلوی نے اپنے بھائی رضا بریلوی کی یہ نعت سنائی جس کا مطلع ہے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

ترے دن اے بہار پھرتے ہیں

مطلع سن کر داغ چونک پڑے اور بیساختہ بولے:۔

"مولوی ہو کر اتنے اچھے شعر کہتا ہے"؟

سبحان اللہ! گویا "مولوی" اچھے شعر نہیں کہہ سکتا...... ان ریمارکس سے علماء کے بارے میں شعرا کی ذہنیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے...... اللہ اکبر! شرابی شاعر ہوسکتا ہے، مصطفٰے کا فدائی شاعر نہیں ہوسکتا؟...... نہیں نہیں، شاعری اس کی خادمہ ہے...... وہ شاعری سے نہیں بلند ہے......

مفتی محمد خلیل خاں برکاتی طبقہ علماء میں ممتاز تھے، وہ سخن گو اور سخن سنج بھی تھے اور فن شعر میں خاص امتیاز رکھتے تھے...... انہوں نے مختلف اصناف سخن میں شاعری کی مثلاً...... حمد، نعت، منقبت، غزل، قصیدہ، سہرا، قطعہ، مسدس، مربع، وغیرہ...... ان کی بعض غزلیں اور نعتیں تو مرصّع ہیں اور یہ بات اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب شاعر زباں و بیاں پر قدرت رکھتا ہو اور اس کی خیالات میں روانی اور جذبات و جولانی ہو...... ان کے بعض مطلع اور مقطع بھی خوب ہیں...... ان کی شاعری بڑی وقیع ہے، اس میں تمام وہ خوبیاں موجود ہیں جو ایک اچھی شاعری میں ہونی چاہئیں...... ان شاعری میں معنی آفرینی، بیساختگی، محاکات،

آفرینی، موسیقیت و ترنم، حسنِ تراکیت، رعایتِ لفظی، روزمرہ، محاورہ، معانی و بیان، ضائع و بدائع سب ہی کچھ ہے...... ان کے ہاں غمِ جاناں بھی اور خمریات بھی...... عرفان و معرفت اور قرآن و حدیث کی جھلکیاں بھی ہیں...... سچا شاعر نہ اپنے ماحول سے آنکھیں بند رکھتا ہے، نہ اپنے وجود سے، اس کی شاعری میں زمانہ کا سایہ اور اس کے اپنے وجود کا عکس صاف نظر آتا ہے......

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ مفتی صاحب کے کلام میں مرصّع غزلیں بھی ملتی ہیں، مثلاً غزل جس کا مطلع ہے ۔

اپنی بگڑی بنا کے پیتا ہوں
اُن سے نظر ملا کے پیتا ہوں

اور یہ غزل بھی جس کا مطلع ہے ۔

ہچکیوں کا شمار ہے یعنی
آپ کا انتظار ہے یعنی

اور یہ مقطع ہے ملاحظہ ہو ۔

ان کی آنکھوں کو دیکھتا ہوں خلیل
گویا ساغر اٹھا کے پیتا ہوں

اور یہ مقطع ہے ۔

پھول برسانہ یوں سخن کے خلیل
غنچہ و گل کو شرم آتی ہے

اور مقطع ملاحظہ ہو۔

غربت میں اب تو عیش بھی بھاتا نہیں خلیلؔ
ہائے وطن کی یاد کہاں آ گئی مجھے؟

مفتی صاحب کے کلام میں ایسے بہت سے اشعار مل جاتی ہیں جن میں مضمونؔ آفرینی کی بہار نظر آتی ہے.......... یہ خوبی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ نے شاعر کو فکر و تخیل کی دولت کے ساتھ ساتھ تجربات میں مشاہدات اور علم و فضل کے زیور سے بھی آراستہ کیا ہو.......... ذرا ان کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

چمٹا لیا تصور جاناں کو جان سے
اللہ رے شعور، دل بے شعور کا

❀

تکیں گی حسرتیں حیرت سے مونھ ہم نا سزاؤں کا
کھلے گا مونھ جو محشر میں شفاعت کے خزانوں کا

❀

جو دھجیاں ہیں گریباںِ زیست کی تن پر
ہوا ہی چاہتی ہیں اب تار تار کہدینا

❀

اللہ اللہ کہ ساحل کی ہے خود اُس کو تلاش
اپنے داماں میں لئے پھرتا ہوں طوفاں ہم کو

کریں گی ظلمتیں عصیاں سے نور مغفرت پیدا
یہ پلکیں آپ کی شام و سحر نم دیدہ نم دیدہ

تصور میں وہ آ آ کر لگی دل کی بجھاتے ہیں
تکا کرتی ہیں منہ جلوت، مری خلوت و خلوت ہے
ہجوم یاس نے رسوا کہاں کہاں نہ کیا!
مری امیدوں کا ماتم کہاں کہاں نہ کیا!

دیوانگی خرد کے مقابل نہ آسکی
یعنی جنوں کو ہوش نہ آتا. ترے بغیر

بھلا دیں اگر تم نے میری وفائیں
تو پھر کون لے گا جفا کی بلائیں؟

کتنا تاریک ہے پہلو شب تنہائی کا!
ان کے ہوتے بھی طبیعت مری گھبراتی ہے

مِل مِل لے رو رہے ہیں تاب و توانِ دل
اے آرزوئے دید کہاں لے چلی مجھے؟

تصورِ جاناں کو جان سے چمٹانا...... حسرتوں کا حیرت سے منہ تکنا...... گریبانِ زیست کی دھجیاں تار تار ہونا...... طوفان کا ساحل کی تلاش میں پھرنا...... ظلمتِ عصیاں سے نورِ مغفرت پیدا ہونا...... جلوت کا منہ تکنا...... امیدوں کا ماتم کرنا...... جنوں کا ہوش میں آنا...... جفا کی بلائیں لینا...... محبوب کے ہوتا دل گھبرانا...... تاب وتواں کا مِل مِل کا رونا...... یہ اور اسی قسم کے مضامین، مضمون آفرینی اور ندرت فکر وخیال کی بہترین مثالیں ہیں...... اگر ایک ایک شعر کی تشریح کی جائے اور معنی آفرینیوں کے جلوے دکھائے جائیں تو یہ مقالہ کتابی صورت کر جائے مگر اس وقت مفتی صاحب کی شاعری کا سرسری جائزہ پیش کرنا ہے......

مفتی صاحب کے کلام کے مضامین آفرینی کے علاوہ بیساختگی اور موسیقی وترنم بھی پائے جاتے ہیں جس سے جذبات کی گہرائی اور گیرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ مثلاً کہ یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

آسرا جینے کا نم کو جیتے جی سمجھا کئے
جان دینے کو ہمیشہ زندگی سمجھا کئے

عہد شباب، بزم طرف، محفلِ نشاط
کہ میں موت کے سہارے تری راہ چل رہا ہوں

مری بے خودی نے بخشا وہ سرور و زندگی کا
کہ میں موت کے سہارے تری راہ چل رہا ہوں

آنکھ جو ڈبڈاتی ہے
آبرو غم کی جاتی ہے

میں جو غم سے جل رہا تھا تو سکوں کی جستجو تھی
جو سکوں ذرا ملا ہے تو سکوں میں جلا رہا ہوں

مفتی صاحب کے کلام میں محاکات آفرینی، حسنِ تراکیب اور رعایاتِ لفظی کی اچھی مثالیں مل جاتی ہیں مثلاً یہ شعر ملاحظہ ہو

یہ چارہ سازوں کی سرگوشیاں ہوئیں کیسی
یہ کیوں ملول سب اپنے پرائے جاتے ہیں

جاں بلب مریض کی آنکھوں میں عجیب سے چمک پیدا ہو جاتی ہے...... وہ آنے جانے والے، حیراں و پریشان عزیزوں اور آس پروس

کے لوگوں کی، ایک ایک ادا پر نظر رکھتا ہے اور متجس نگاہوں سے دیکھتا رہتا ہے...... پھر جب وہ مریض سے مایوں ہو کر مایوسی و ناامیدی کے عالم میں سرگوشیاں کرتے ہیں تو مریض ایک ایک کا منہ تکتا ہے...... پھر وہ خیالوں میں گم ہو جاتا ہے...... پھر آپ ہی آپ سوال کرتا ہے......

وہ چارہ سازوں میں سرگوشیاں ہوئیں کیسی؟
یہ کیوں ملول سب اپنے پرائے جاتے ہیں؟

شاید وہ وقت آ گیا جس کا انتظار تھا؟......شاید صبح زندگی کی شام آ گئی...... ہاں مریض کو مویوسیوں اور ناامیدیوں کا کوئی اندازہ کرسکتا ہے؟......نہیں نہیں...... ہرگز نہیں...... مفتی صاحب نے ان حرماں نصیبوں کا ایسا دردناک نقشا کھینچا ہے کہ سارا سماں آنکھوں میں پھر گیا......وہ کس مؤثر انداز سے دو سوالوں میں داستانِ غم بیان کر گئے......ہاں انھیں دو سوالوں میں جواب بھی پنہاں ہے

ع ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں
انّا للہ و انّا الیہ راجعون
ع اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے!

مفتی صاحب کی شاعری میں حسنِ تراکیب کے نمونے بھی ملتے ہیں، مثلاً یہ شعر ملاحظہ ہو

نور آنکھوں میں ملا، خلوت گہ دل کو سرور
جب تصور نے سنواری صورتِ احمد رضا

ان کے ہاں رعایتِ لفظی کی بھی بہت اچھی مثالیں مل جاتی ہیں، مثلاً یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

خدا شاہد، زمانہ سر کٹاتا حسنِ یوسف پر
نمک تھوڑا سا مل جاتا اگر ان کے نمکدل سے

منتہی، مبتدی ہیں جن کے حضور
ایسے لاکھوں کا منتہا ہے رضا

اچھے اچھوں سے نسبتوں کے طفیل
اچھے اچھوں کا پیشوا ہے رضا

جو ہم نہ ہوں گے تو وہ ہوگی نہ ہاؤ ہو نہ خلیلؔ
ہمارے دم کی ہے سب ہائے ہائے، جاتے ہیں

مفتی صاحب کے کلام میں غم روزگار بھی ہے اور غم جاناں بھی اور خمریات بھی........... ان کی خمریات بھی شراب طہور سے عبارت ہیں...........

ان کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

تمہیں سے آس لگائی ہے غم کے ماروں نے
تمہیں سنو گے ہماری پکار کہہ دینا

ادائیں اور پھر اُن مہوشوں کی ادائیں
غضب ہے کہ آپ اور آنسو بہائیں

میں روؤں تو لڑیاں جھڑیں موتیں کی
چمن ہنس پڑیں وہ اگر مسکرائیں

خُم کے خُم میں مغربی، میخانہ توحید کے
ساقیانِ قوم ہیں، مست شراب مغربی

اس وقت جب کہ خلیج کا بحران شباب پر ہے، یہ شعر توحید پرستوں کے فکر و عمل کی عکاسی کر رہا ہے اور عالمی سطح پر بچھے ہوئے ان کے دامِ تزویر وک تار تار کر رہے ہے.......... خمریات میں اس طرح سیاسیات کو سمو دینا مفتی صاحب ہی کا حصّہ ہے.......... اُنکے یہ اشعار بھی ملاحظہ ہوں:

شراب خلد کی اے دوست گفتگو کیا ہے؟
زلالِ شہ ہو میسّر تو یہ سبو کیا ہے؟

وہ جام دے، ہو جس میں زلالِ ابو الحسینؑ
ساقی پھر آ رہا ہے، خیالِ ابو الحسینؑ

پیتے ہیں مے پرستی کا الزام بھی نہیں
زاہد یہ دیکھ، جام سفال ابوالحسینؔ

❀

رہ جاتا ہے خلیلؔ کلیجہ مسوس کہ
چلتا ہے میکدے میں جو مینا ترے بغیر

اور خمریاتؔ میں یہ نظم تو بالکل مرصّع ہے جس مطلع ہے۔

اپنی بگڑی بنا کے پیتا ہوں
ان سے نظریں ملا کے پیتا ہوں

اور مقطع ملاحظہ ہو۔

اُن کی آنکھوں کو دیکھتا ہوں خلیلؔ
گویا ساغر اٹھا کے پیتا ہوں

سبحان اللہ!

مفتی صاحب کو زبان و بیان پر پورا پورا عبور ہے، انہوں نے فارسیؔ بھی کہا ہے اور اردوؔ بھی...... اور میں وہ وہ بے تکاں اور بلا تکلف روز مرّہؔ اور محاوروں کو استعمال کرتے ہیں جس سے ان کی زبان دانی کا اندازہ ہوتا ہے...... انہوں نے معانی و بیانؔ، ضائع و ندائع، کو بھی استعمال کیا ہے جس سے فن شعر گوئی میں ان کی مہارت و کمال کا پتا چلتا ہے مثلاً ان کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

وہ کی ہے ضَو فشانی جلوۂ رخسارِ جاناں نے
پڑی ہے صبحِ محشر موُنھ لپیٹے اپنے داماں میں

❁

غم کو ہو کوئی غم، خوشی کی خوشی مجھے
شاید کہ راس آ گئی کوئی خوشی مجھے

❁

نام کی بھی نہیں کوئی نیکی
ہاں گناہوں کا بار ہے یا رب

❁

اللہ اللہ مری چشمِ تصور کا کمال
کالے کوسوں سے نظر آتا ہے طیبا مجھکو

❁

آپ کے ہوتے نہیں کوئی تمنا واللہ
مل گئے آپ تو بس مل گئی دنیا مجھکو

لبِ اعجاز حضرت کی ہیں گویا دونوں تصویریں
تبسم ریز یہ کلیاں، وہ گل خندیدہ خندیدہ

❁

کچھ اس طرح سے خیالوں پہ چھائے جاتے ہیں
نظر سے دور رہیں دل میں سمائے جاتے ہیں

خدا کے واسطے کوئی انہیں بھی سمجھاتا
یہ چارہ ساز مری جان کھائے جاتے ہیں

دلِ مضطر تری دیوانگی میں آگ لگ جائے
قدم رکھ کر کہیں چلتے ہیں خاکِ کوتے جاناں پر؟

فراقِ مصطفٰے میں جان و دل کی غیر حالت ہے
جنوں کی آنکھیں دکھاتا ہے گریباں گیر وحشت ہے

مندرجہ بالا اشعار میں یہ محاورے استعمال کئے گئے ہیں......راس آنا، منہ لپیٹ کر پڑ جانا، کالے کوسوں، آنکھ چرانا، دل میں سمانا، جان کھانا، گل کھانا، حالت غیر، آنکھیں دکھانا...... یہ سب محاورے بے تکان استعمال کئے گئے ہیں جس سے اردو زبان پر شاعر کی قدرت کا اندازہ ہوتا ہے......

مفتی صاحب سلسلۂ قادریہ میں بیعت تھے اور صاحبِ اجازت بھی، وہ اہل سنت کے ممتاز عالم دین اور صاحبِ علم و فضل تھے اس لئے ان کا کلام میں عرفان و معرفت کی باتیں اور قرآن و حدیث کے حوالے بھی مل جاتے ہیں۔

مثلاً یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

چھلکتی ہے یہاں جام و سبو سے لذتِ کوثر
ولایت دربِ حقیقت چاشنی گیرِ نبوت ہے

❀

کہاں تک کیجئے تفسیر سبحان الذی اسریٰ
کہ آغوشِ دنیٰ میں مصطفٰےؐ کا قصرِ رفعت ہے

❀

لامکاں میں بھی نہیں ملتا کہیں جن کا سُراغ
تو اگر ڈھونڈے تو مل جائے تجھے دل کے قریب

❀

دو جہاں میں مچ رہی ہے انا اعطینا کی دھوم
سایۂ الطافِ رب ہے ان کے سائل کے قریب

❀

رگِ گلو کے قریں آ کے گم ہوا ہے کہیں
خلیلؔ زار کو منزل کی جستجو ہے حضور

❀

تجلی پڑ رہی ہے من رانی قد رأ الحق کی
مرا آئینہ دل جلوہ گاہِ نور وحدت ہے

المختصر مفتی صاحب کے کلام میں کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ

اپنے وقت کے ایک باکمال شاعر تھے، ان کی شاعری ان کی زندگی میں منظر عام پر نہ آسکی جس طرح ان کی بہت سی تخلیقات منظر عام پر نہ آسکیں ان کے لائق وسعادت مند فرزند برادرم ابوحماد علامہ احمد میاں برکاتی (مہتمم دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد، سندھ) کی مساعی جملیہ سے مفتی صاحب کے آثارِ علمیہ رفتہ رفتہ منظر عام پر آرہے ہیں، مولیٰ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ موصوف زیدہ مجدہ کے علمی و دینی اور روحانی فیض کو جاری و ساری رکھے اور وہ اپنے والد ماجد حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خاں برکاتی علیہ الرحمہ کے علمی آثار کو شائع کر کے اہل علم و دانش سے خراج تحسین موصول کرتے رہیں۔ آمین

بجاہ سید المرسلین رحمتہ للعالمین

صلی اللہ علیہ وآلہ وازواجہ واصحابہ وسلم

احقر

محمد مسعود احمد

۲۳ر نومبر ۱۹۹۰ء

جمعۃ المبارک
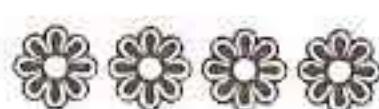
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

یَا رَبْ

تو ہی ذو اقتدار ہے یارب
صاحب اقتدار ہے یارب

تو ہے سب کائنات کا مولیٰ
مالک و کردگار ہے یارب

بخشتا ہے گناہگاروں کو
تو ہی آمرزگار ہے یا رب

ہے خلیلؔ حزیں بھی بندہ ترا
گرچہ بدنام و خوار ہے یارب

ہے سزا وار ہر سزا کا مگر
ترا امیدوار ہے یا رب

ہے سراپا گناہوں میں غرقاب
ہاں مگر شرمسار ہے یارب

اب تو ہو لطف اپنے بندے پر
مشکلوں سے دو چار ہے یارب

تو نہ پوچھے تو وہ کدھر جائے
ہر طرف خارزار ہے یارب

نام کی بھی نہیں کوئی نیکی
ہاں گناہوں کا بار ہے یا رب

اب سکوں ہے، نہ دل کو اطمینان
زندگی گو یا بار ہے یارب

معترف دل سے ہے خطاؤں کا
آنکھ بھی اشکبار ہے یا رب

تیری رحمت کا اور تیرے
فضل کا خواستگار ہے یا رب

اک سہارا ترے حبیب کا ہے
اک وہی غم گسار ہے یا رب

اُن کے صدقہ میں سن مری فریاد
تو بڑا ذی وقار ہے یارب

تو ہی سنتا ہے نیک و بدکی پکار
تیری ہر سُو پکار ہے یا رب

تیرے ہاتھوں میں سب کی روزی ہے
تو ہی پروردگار ہے یارب

ہاں کرم کا اشارہ ہو جائے
بیڑا پھر میرا پار ہے یارب

خوش سے خوش تر ہے اب خلیلؔ حزیں
کہ تو آمرزگار ہے یا رب

اصل میں یوں ہے
بد سے بدتر ہے گو خلیل حزیں
تُو تو آمرزگار ہے یارب

تہنیت برشریف آوری حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مبارک ہو نبی الانبیا تشریف لے آئے
مبارک ہو شہِ مشکل کشا تشریف لے آئے
مبارک شافع روزِ جزا تشریف لے آئے
مبارک دافع کرب و بلا تشریف لے آئے
مبارک ہو کہ محبوب خدا تشریف لے آئے
مبارک ہو محمد مصطفٰے تشریف لے آئے

سراپا ظل ذاتِ کبریا نے جلوہ فرمایا
سراسر پیکرِ نور خدا نے جلوہ فرمایا
حبیب خالق ارض و سما نے جلوہ فرمایا
وہ یعنی مالکِ ہر دوسرا نے جلوہ فرمایا
مبارک ہو کہ محبوب خدا تشریف لے آئے
مبارک ہو محمد مصطفٰے تشریف لے آئے

چراغِ بزم امکاں رونق دنیا و دیں آئے
وہ شمع لامکاں وہ زینتِ عرشِ بریں آئے
انیس الھالکیں راحتہً للعاشقین آئے
شفیع المذنبین رحمتہ للعالمین آئے

مبارک ہو کہ محبوب خدا تشریف لے آئے
مبارک ہو محمد مصطفٰے تشریف لے آئے

مرے آقا مرے سرور مرے سردار آپہنچے
مرے مولیٰ مرے رہبر مرے سرکار آپہنچے
مرے ہادی السبل کونین کے مختار آپہنچے
شہنشاہِ رُسل آئے شہِ ابرار آپہنچے

مبارک ہو کہ محبوب خدا تشریف لے آئے
مبارک ہو محمد مصطفٰے تشریف لے آئے

مبارک ہو یتیموں کو، فقیروں کو مبارک ہو
مبارک ہو غریبوں کو، غلاموں کو مبارک ہو
مبارک بے بسوں کو، کس مپرسوں کو مبارک ہو
مبارک بے کسوں کو، بے نواؤں کو مبارک ہو

مبارک ہو کہ محبوب خدا تشریف لے آئے
مبارک ہو محمد مصطفٰے تشریف لے آئے

سلاطین زمانہ، دامن امید پھیلائیں
حضورِ شہ سرافرزانِ عالم التجالائیں
خبر دو تاجداروں کو سلامی کیلئے لائیں
شہنشاہوں سے کہہ دو ہاں مبارکبادیاں گائیں

مبارک ہو کہ محبوبِ خدا تشریف لے آئے
مبارک ہو محمد مصطفٰے تشریف لے آئے

شافعِ محشر

کس منہ سے شکر کیجئے پروردگار کا
عاصی بھی ہوں تو شافع روز شمار کا

گیسو کا ذکر ہے تو کبھی روئے یار کا
یہ مشغلہ ہے اب مِرا لیل و نہار کا

چلنے لگی نسیم سحر خلد میں اُدھر
دامن اِدھر ہلا جو شہِ ذی وقار کا

دامن پکڑ کے رحمتِ حق کا مچل گیا
اللہ رے حوصلہ دلِ عصیاں شعار کا

خوشبو اڑا کے باغِ دیار رسول سے
ہے عرش پر دماغ، نسیم بہار کا

سرمہ نہیں ہے آنکھوں میں غلمان وحور کی
اڑتا ہوا غبار ہے ان کے دیار کا

ناکارہ ہے خلیل، تو یارب نہ لے حساب
آساں ہے بخشنا تجھے ناکارہ کار کا

ثنائے حضور

کہتے ہیں جس کو عارضِ تاباں حضور کا / آئینہ جمال ہے ربِّ غفور کا

دیدار ہوگا شافعِ یومِ نشور کا / کیوں کام لوں نہ آہ سے میں نفخِ صور کا

معراج کیا تھی نور سے ملنا تھا نور کا / کیا دخل اس جگہ خردِ پُر فتور کا

ہے قاصراتِ طرف، و تیرہ جو حور کا / صدقہ ہے یہ بھی غیرتِ شاہِ غیور کا

طیبہ کی وادیوں میں پہنچ کر کھُلا یہ حال / خاکہ یہی ہے خلد کے بام و قصور کا

چمٹا لیا تصورِ جاناں کو جان سے / اللہ رے، شعور دلِ بے شعور کا

چھائیں گھٹائیں رحمت پروردگار کی / چھیڑوں جو ذکر شافعِ یومِ نشور کا

بوسے دہن پہ میرے ملائک کریں ہجوم / لاؤں جو لب پہ نام میں اپنے حضور کا

کون و مکاں کے راز سے واقف تمہیں تو ہو / روشن ہے تم پہ ماجرا نزدیک و دور کا

کہنے کو اور بھی تھے اُولوالعزم انبیاء / خالق نے تم کو صدر چنا بزمِ نور کا

یارب ترے غضب پہ ہے سابق ترا کرم / اور مجھکو اعتراف ہے اپنے قصور کا

آنکھوں میں ہیں جمالِ محمد کی تابشیں / عالم نہ پوچھئے مرے کیف و سرور کا

نقشِ قدم پہ تیرے جو صدقے ہوا غبار / غازہ بنا وہ چہرۂ زیبائے حور کا

ان کا کرم نہ کرتا اگر رہبری خلیلؔ / مقدور کب تھا مجھکو ثنائے حضور کا

سلامِ شوق

سلام شوق نسیم بہار کہدینا
مرا حضور سے سب حال زار کہدینا

سجودِ شوق کی اک آرزو ہے مدت سے
تڑپ رہا ہے دل بے قرار کہدینا

دیئے ہیں سوزشِ غم نے وہ داغ سینے پر
تپک رہا ہے دلِ داغ دار کہدینا

جو دھجیاں ہیں گریبانِ زیست کی تن پر
ہوا ہی چاہتی ہیں تار تار کہدینا

ہمیں ملے جو اجازت تو سر کریں قرباں
حضور اب نہیں اٹھتا یہ بار کہدینا

یہ عرض کرنا کہ تنہا نہیں خلیلؔ ملول
ہیں خادم آپ کے سب بے قرار کہدینا

وہ شہسوار کہ جس نے پہاڑ روندے تھے
پڑا ہوا ہے سرِرہ گزار کہدینا

وہ گلعذار کہ پھولوں سے کھیلتا تھا کبھی
وہ دشمنوں کے گلے کا ہے ہار کہدینا

وہ عندلیب کہ تھی جس کی لحن داؤدی
بلادِ غم کا ہوا ہے شکار کہدینا
وہ تاجدار کہ تھا میر کاروانِ جہاں
بھٹک رہا ہے برنگِ غبار کہدینا
وہ نوبہار کہ جس سے بہارِ عالم تھی
اب اُس پہ چھائی خزاں کی بہار کہدینا
وہ نامدار کہ جس کی پکار تھی سب میں
ہے آج سب کی نگاہوں میں خوار کہدینا
وہ گلستاں میں عنادل کے چہچہے نہ رہے
اجڑ چکا چمن روزگار کہدینا

نہ اب وہ شوکت و حشمت نہ دبدبہ اپنا
نہ اب وہ شان نہ عز و وقار کہدینا
نہ خیر خواہ کوئی ہے نہ ہمنوا کوئی
نہ کوئی مونس و ہمدم نہ یار کہدینا
نہ یہ کہ ہم سے کدورت ہے دشمنوں کو فقط
ہے دوستوں کے بھی دل میں بخار کہدینا
غرض کہ حال وہ ہے جیسے زیرپا آتش
جگر ہے زخمی تو سینہ فگار کہدینا

ہے مختصر کہ یہ رودادِ غم، سنا دینا
غرض کہ جیسے ہیں لیل و نہار کہدینا

یہ روکے کہنا کہ سرکار کی دہائی ہے
کہ ایک دل میں ہیں ناسور ہزار کہدینا

تمہیں سے آس لگائی ہے غم کے ماروں نے
تمہیں سنوگے ہماری پکار کہدینا

تمھاری ایک نگاہِ کرم میں سب کچھ ہے
تمہیں وہ حق نے دیا اختیار کہدینا

اِدھر تو نامۂ اعمال میں نہیں نیکی
اُدھر ہے سر پہ گناہوں کا بار کہدینا

دکھانے آئے ہیں بس زخم دل تمھارے حضور
وگرنہ تم پہ ہے سب آشکار کہدینا

حضور آپ جو گستاخیاں معاف کریں
تو اذن چاہتے ہیں گُنہ گار کہدینا

ملے اجازتِ رخصت تو چوم لینا زمیں
سلامِ شوق بھی ہاں بار بار کہدینا

خلیلؔ زار کی جانب سے پھر ہزار سلام
بڑے ادب سے بصد انکسار کہدینا

عطائے رسول

تکلینگی حسرتیں حیرت سے منہ ہم ناسزاؤں کا
کھلے گا منہ جو محشر میں شفاعت کے خزانوں کا

تسلی آپ خود فرمائیں گے ہم سے غلاموں کی
انہیں کیونکر گوارا رنج ہوگا سوگواروں کا

دمِ آخر مدینے کی طرف منہ پھیر لیتے ہیں
تخیّل کتنا پاکیزہ ہے ان کے تشنہ کاموں کا

الٰہی آج تو پیشانیوں کی لاج رہ جائے
چلا ہے قافلہ طیبہ کو پھر آشفتہ حالوں کا

لرزتا ہو نظام ایں و آں جس کے اشارے پر
نمونہ حشر کو کیا کہیئے اس گل کی اداؤں کا

کہیں گرنے کو ہوتے ہیں تو قدرت تھام لیتی ہے
نصیبہ تو کوئی دیکھے کسی کے بے قراروں کا

شفاعت کے لئے راہیں ہُویدا کیجئے یعنی
تصور باندھئے ان کی کرم پرور نگاہوں کا

خزانے یہ لٹا دیتے ہیں جب دینے پہ آتے ہیں
زمیں سے آسماں تک شور ہے ان کی عطاؤں کا

اشارہ ان کا ہوجائے کبھی وہ دن خدا لائے
کہ عالم ہم بھی جا دیکھیں مدینے کی فضاؤں کا

توجہ سنیوں پر کیونکر نہ ہو بارہ اماموں کی
کہ دامن ہاتھ میں آیا ہے ان کے چار یاروں کا

دعا کیجے خلیلؔ آواز یہ بغداد سے آئے
کہ جا ہم نے کیا تجھ کو غلام اپنے غلاموں کا

❀❀❀❀

رازِ ہُوَیَّت

عیاں ہے جسمِ انور سے دو طرفہ حسن، فطرت کا
ملاحت سے صباحت کا صباحت سے ملاحت کا

شناسا کوئی عالم میں نہیں جس کی حقیقت کا
محمد مصطفٰے وہ راز ہے شانِ ہُوَیَّت کا

سوادِ معصیت سے نور چمکا حق کی رحمت کا
ستارہ ڈوب کر ابھرا، طلبگارِ شفاعت کا

خیال آیا تھا کچھ خلد بریں کی طیب و نزہت کا
کہ نقشہ پھر گیا آنکھوں میں طیبہ کی نضارت کا

یہ دولت اصل سرمایہ ہے انساں کی کرامت کا
غلامی شاہِ والا کی، شرف ہے آدمیت کا

بساطِ دہر میں، انگڑائیاں لیتی یہ رعنائی
سمٹ جائے تو نقطہ ہے نبی کے حسن طلعت کا

یقینا ہے یہ گیسوئے نبی کی جلوہ سامانی
کہ چہرہ فق ہوا جاتا ہے خورشیدِ قیامت کا

شفاعت ڈھونڈ لائی، خود سیاہ کارانِ امت کو
سہارا ڈوبتوں کو مل گیا اشکِ ندامت کا
وہ تیری بے نیازی، اور مری بخشش کا پروانہ
خدایا یہ نتیجہ، اور مری رندانہ جرأت کا
مسرت کے دیئے روشن ہیں دلکے آبگینوں میں
حرم میں اور ہی عالم ہے میری شامِ غربت کا
بحمداللہ سہارا مل گیا ہم بے سہاروں کو
یہاں بھی ان کی رحمت کا وہاں بھی ان کی رحمت کا
بڑھو بادہ کشو! ساقی نے اذن عام بخشا ہے
''گناہ گارو چلو مولیٰ نے در کھولا ہے رحمت کا''
عجب کیا شانِ قدرت ہے کہ لہرائے قیامت میں
لواء الحمد کے سائے میں جھنڈا قادریت کا
خلیلؔ زار کا مدفن بنا آغوش طیبہ میں
بالآخر سامنے آیا نوشتہ کلکِ قدرت کا

❀❀❀❀

روئے قرآن
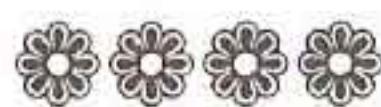
جا کے لا اے عشق بے پایاں قلمدانِ حبیب
کچھ مضامین نعت کے لکھ زیر عنوان حبیب

کس کی آنکھیں لا کے دیکھوں بام عرفانِ حبیب
کون ہے جز کبریا کے مرتبہ دانِ حبیب

ہائے ہم ناشستہ رُو اور چشم گریانِ حبیب
سر اٹھانے ہی نہیں دیتا ہے احسانِ حبیب

گلشن فردوس پا کر مست بو ہیں بلبلیں
اور ابھی دیکھا نہیں ہے نخل بستانِ حبیب

خاکِ پائے مصطفٰے پر لوٹتی ہیں جنتیں
سینکڑوں گلشن کھلے ہیں زیرِ دامانِ حبیب

رہ گزارِ مصطفےٰ کی یاد فرمائی قسم
اس قدر بھائی مرے اللہ کو جانِ حبیب

سامنے کھولے ہوئے دو صفحۂ رخسار ہیں
یوں تلاوت کررہا ہے رُوئے قرآنِ حبیب

گور کی تاریکیاں ہیں اور سیاہ فردِ عمل
المدد اے جلوۂ شمع شبستانِ حبیب

خوبیٔ قسمت پہ جتنا ناز ہو کم ہے خلیلؔ
رحمتِ حق نے بنایا ہے ثنا خوانِ حبیب

رحمت حق

پانی پانی جوشِشِ عصیاں ہے ساحل کے قریب
اور رحمت مسکراتی ہے مرے دل کے قریب

اللہ اللہ طالبانِ حق کی خاطر داریاں
حق ہے شہ رگ کے قریں تو مصطفٰی دل کے قریب

دیکھ کر طیبہ کے سائے بیخودی میں کھو گئے
ہوش دیوانوں کو آیا اپنی منزل کے قریب

ہے اگر صدقِ طلب تو ایں و آں کو چھوڑیئے
اپنی منزل ڈھونڈیئے خود اپنے ہی دل کے قریب

لامکاں میں بھی نہیں ملتا کہیں جن کا سراغ
تو اگر ڈھونڈے تو مل جائیں تجھے دل کے قریب

بند آنکھیں کیا ہوئیں، آنکھوں کی قسمت کھل گئی
اُس کے جلوے مل گئےٹوٹے ہوئے دل کے قریب

ہیں فروزاں مشعلیں، قدوسیوں کے روپ میں
روضۂ پر نور پر، سجدہ گہِ دل کے قریب

ہر اشارہ سے ہے اعجازِ یدُ اللّٰہی عیاں
چاند سورج کھیلتے ہیں ان انامل کے قریب

دو جہاں میں مچ رہی ہے اِنّآ اعطینا کی دھوم
سایۂ الطافِ رب ہے ان کے سائل کے قریب

ٹوٹتی ہیں بندشیں بر پا ہو جب شورش خلیلؔ
ملتی ہیں آزادیاں، شورِ سلاسِل کے قریب

جذبۂ صادق

کوئی جا کر یہ کہدے روضۂ محبوبِ سبحان پر
ترحم یا نبی اللہ کسی بیمار ہجراں پر
جھکے پڑتے ہیں گیسوئے معنبر روئے قرآں پر
گھٹائیں رحمتوں کی چھا رہی ہیں صحنِ بُستاں پر
میں مٹ مٹ کر بہاریں لوٹتا ہوں زندگانی کی
تڑپتا ہے مرا لاشہ زمین کوئی جاناں پر
دل مضطر تری دیوانگی میں آگ لگ جائے
قدم رکھ کر کہیں چلتے ہیں خاکِ کوئے جاناں پر
ہوئی دامانِ رحمت میں مری تردامنی پنہاں
گریں چشمِ ندامت سے جہاں دو بوند داماں پر
بالآخر جذبۂ صادق اثر لایا خلیلؔ اپنا
کہ طیبہ آ گیا لاشہ مرا دوشِ عزیزاں پر

❀❀❀❀

شانِ حضور

دیارِ طیبہ میں مرنے کی آرزو ہے حضور
یہی ہے متن یہی شرح گفتگو ہے حضور

ہنوز دل میں مرے دل کی آرزو ہے حضور
یہ میں ہوں اور یہ مرا شیشہ سُبو ہے حضور

بس اک اشارۂ ابرو سے بات بنتی ہے
وگرنہ خطرے میں امت کی آبرو ہے حضور

گناہگار کی عصیاں پناہیوں پہ نہ جائیں
کہ عفو و جود و سخا آپ کی تو خُو ہے حضور

نگاہِ لطف سے بس اب تو شاد کام کریں
کہ بے قرار مری طبع بادہ جو ہے حضور

دوامِ وصلِ الٰہی سے یہ ہوا ثابت
مقام آپ کا قُربِ رگِ گلو ہے حضور

خدا کے واسطے جلووں سے سرفراز کریں
مجھے تجلیٔ ایمن کی آرزو ہے حضور

خدا کرے اسی حالت میں موت آجائے
شبیہ آپ کی سجدے میں روبرو ہے حضور

رگِ گلو کے قریں آ کے گم ہوا ہے کہیں
خلیلؔ زار کو منزل کی جستجو ہے حضور

جھوم جھوم کر

چھیڑوں جو ذکر شاہِ زماں جھوم جھوم کر
چومیں ملائکہ یہ زباں جھوم جھوم کر

اللہ لالہ زارِ مدینے کی نزہتیں
قربان ہے بہارِ جناں جھوم جھوم کر

ذکرِ جناں پہ طیبہ نگاہوں میں پھر گیا
پہنچی نظر کہاں سے کہاں جھوم جھوم کر

جلوے جو ان کی نعل مقدس کے عام ہوں
سوئے زمیں فلک ہو رواں جھوم جھوم کر

چٹکی جو یادِ زلفِ نبی میں کہیں کلی

مہکی فضائے عطر فشاں جھوم جھوم کر

کل دیکھنا کہ اُن کے گنہگار کی طرف
رحمت بڑھے گی سایہ کناں جھوم جھوم کر

ان کے تصورات میں ہم جب بھی کھو گئے
آیا سُرورِ کون و مکاں جھوم جھوم کر

میں بارگاہ قرب میں بڑھتا چلا گیا
کہتا رہا جو اچھے[1] میاں جھوم جھوم کر

ہوتا ہے ذکرِ لذتِ کوثر جہاں خلیلؔ
پیتے ہیں بادہ نوش وہاں جھوم جھوم کر

---

[1] تاج العارفین حضور آل سید اچھے میاں مارہروی رحمۃ اللہ علیہ

یارسول

کھینچتا ہے دل کو پھر شوق گلستانِ رسول
بار بار آتا ہے لب پہ نام ایوانِ رسول

کب سے آہیں بھر رہے ہیں بیقرانِ رسول
اب نہیں اٹھتا ہے یارب درد ہجرانِ رسول

دیکھ کر پھولوں کی مستی وجد لاتے جائیے
سیر ہو کر کیجئے سیر گلستانِ رسول

بیقراریٔ دروں میں کاش رخنے ڈالدیں
سینۂ و دل کو نوازیں آ کے مژگانِ رسول

غنچہ و گل میں اُلجھ کر رہ گئے ہم جیتے جی
بند ہوئیں آنکھیں تو دیکھا روئے تابانِ رسول

پر بچھاتے ہیں ملائک آج یہ کس شوق میں
حشر میں آنے کو ہیں کیا بے قرارانِ رسول

مغفرت برسانے والا ابرِ رحمت چھا گیا
لو گنہگارو کھلی وہ زلف پیچانِ رسول

جیتے جی گلزار ہستی کی بہاریں دیکھ لوں
میرے مدفن میں میسر ہو جو بستانِ رسول

حشر میں جا کر پیئیں گے ساغرِ کوثر خلیلؔ
لے کے مرتے ہیں جو اپنے دل میں ارمانِ رسول

حرم مصطفیٰ

خلد میں لاؤں کہاں سے تجھکو گلزارِ حرم
آہ اے ولولۂ لمس گل و خارِ حرم

اللہ اللہ یہ ہے رفعتِ دربارِ حرم
کہ ہیں جبریل امیں تابع سرکارِ حرم

یاد کوثر میں تڑپتے ہیں بلانوش ترے
ساقیا اب تو پلادے مئے گلنارِ حرم

سچ تو یہ ہے کہ وہ آغوشِ کرم میں پہنچا
جسکو آغوش میں لے سایۂ دیوارِ حرم

لذت آبلہ پائی کو بڑھا دیتے ہیں
مرہمِ زخمِ جگر سے ہیں سوا خارِ حرم

سارے سامان ہیں عشاق کی تسکیں کے لئے
ہے ارم میں بھی وہی رونق بازارِ حرم

زاہدا جوشِ جنوں خیر سے لایا ہے یہاں
اب کہاں چھوڑ کے جائیں در و دیوارِ حرم

تو نے جی بھر کے زیارت کے مزے لوٹے ہیں
آ تجھے دل میں بساؤں سگِ زوّارِ حرم

کُنجِ مرقد میں ترے دم سے چراغاں ہوگا
مرحبا گریۂ تنہائی بیمارِ حرم

آبرو پائی سگِ طیبہ کے صدقہ میں خلیلؔ
ہے بڑی چیز قدمبوسیٔ زوّارِ حرم

باغِ مدینہ

نہ کیوں و النجم بر لب گل کھلیں گلزارِ مکاں میں
کہ ہے واللیل جلوہ ریزان کے سنبلستان میں

کچھ ایسا مست و بے خود ہوں خیالِ کوئے جاناں میں
کہ رکھ چھوڑا ہے گلدستہ ارم کا طاقِ نسیاں میں

لگا دی آگ بڑھ کر زندگی کے جیب و داماں میں
جنوں کو ہوش گر آیا تو آیا کوئے جاناں میں

زمانہ کیا دو عالم بھی سما سکتے ہیں انساں میں
کچھ ایسی وسعتیں ہیں اک دلِ مردِ مسلماں میں

ہوائے غیرتِ حق خاکِ ہستی بھی اڑا دے گی
قدم رکھا خرد نے گر کسی کے باغِ عرفاں میں

وہ کی ہے ضوفشانی جلوۂ رخسارِ جاناں نے
پڑی ہے صبحِ محشر منہ لپیٹے اپنے داماں میں

یہ کس نے گد گدایا ہے نسیمِ خلد کو یارب
کہ اب تک رقص کرتی ہے مدینے کے گلستاں میں

بتا اے آرزوئے دل کدھر کا قصد رکھتی ہے
کہ طیبہ میری نظروں میں ہے جنت میرے داماں میں

خلیلؔ اس در پہ مٹ جاؤ سکونِ زیست کی خاطر
غنیمت ہیں جو دن باقی رہے عمرِ گریزاں میں

دربارِ معالی

الٰہی روضۂ خیر البشر پر میں اگر جاؤں
تو اک سجدہ کروں ایسا کہ آپے سے گزر جاؤں

نجاتِ آخرت کا اس قدر ساماں کر جاؤں
کہ طیبہ جا کے اک سجدہ کروں سجدے میں مر جاؤں

مدینے جانے والے سر کے بل جاتے ہیں جانے دو
مرے قسمت میں جو جانا تو بارنگِ دِگر جاؤں

ق

اڑا دوں سب سے پہلے طائر جاں اس طرف اپنا
سہارے سے اسی طائر کے پھر بے بال و پر جاؤں

کبھی روضے سے منبر تک کبھی منبر سے روضے تک
اِدھر جاؤں اُدھر جاؤں اسی حالت میں مر جاؤں

سگانِ کوچۂ دلدار کی پیہم بلائیں لوں
تماشا بن کے رہ جاؤں مدینے میں جدھر جاؤں

میں کچھ درِ شفاعت لیکے لوٹوں چشمِ رحمت کے
جو دربارِ معالی میں کبھی باچشمِ تر جاؤں

تمہارے نام لیوا بے خطر جاتے ہیں محشر میں
اشارہ ہو اگر مجھکو تو میں بھی بے خطر جاؤں

توجہ ان کرم پرور نگاہوں کی جو ہو جائے
مرا ایماں سنور جائے میں ایماں سے سنور جاؤں

سمجھ کر کوچۂ جاناں میں جنت میں چلا آیا
کوئے جاناں تو طیبہ ہے میں جاؤں تو کدھر جاؤں

خلیلؔ اب زادِ راہِ آخرت کی سعی احسن میں
مدینے سر کے بل جاؤں وہاں پہنچوں تو مر جاؤں

آرزوئے مدینہ

''سفرِ مدینہ طیبہ کی آرزو میں''

آتش فرقتِ حضرت کو بجھاتے جائیں
دھجیاں جیب و گریباں کی اڑاتے جائیں
گاہ بہلاتے ہوئے جائیں دلِ مضطر کو
بیقراری میں کبھی آگ لگاتے جائیں
اپنی قسمت کی رسائی پہ کبھی ناز کریں
اپنی حالت پہ کبھی اشک بہاتے جائیں
قطع منزل پہ جو وحشت کبھی آڑے آئے
قصہ ہائے قرنی گا کے سناتے جائیں
چھانٹتے جائیں ہجوم غم عصیاں دل سے
اپنی بگڑی ہوئی تقدیر بناتے جائیں
سر کو بھی روکے رہیں جب ہوں مدینہ کے قریب
دل کو آدابِ زیارت بھی سکھاتے جائیں
شامِ غربت میں جو گھبرائے دلِ زار خلیلؔ
صبح امید کے آثار بھی پاتے جائیں

صبح مدینہ

کچھ حقیقت بھی بتا جلوۂ جاناں ہم کو
لوگ کہتے ہیں ملاطور کا میداں ہم کو

ہجر مولیٰ کی نہیں تاب یہاں بھی رضواں
خلد میں چاہیے چھوٹا سا بیابان ہم کو

سر میں سودا ہے تو دل میں ہے تمنا ان کی
چشمِ بددور کہ کافی ہے یہ ساماں ہم کو

اللہ اللہ کہ ساحل کی ہے خود اس کو تلاش
اپنے دامن میں لئے پھرتا طوفاں ہم کو

خیر سے ہم بھی ہیں وابستۂ دامانِ کرم
دیکھ آنکھیں نہ دکھا جوششِ عصیاں ہم کو

شادیٔ وصل کی تمہید ہے ہجرانِ نبی
جان بھی جائے تو سودا ہے یہ ارزاں ہم کو

راہِ پرخار میں تنہا ہوں کٹھن ہے منزل
خضرِ رہ بخشئے اک گوشۂ داماں ہم کو

جلوۂ طور سے ہے وادیٔ سینا معمور
اُن کے جلووں نے کیا چشمِ چراغاں ہم کو

بات بگڑی ہوئی بن جائے خطا کوشوں کی
دیکھے گر چشمِ کرم اشک بداماں ہم کو

للہ الحمد وہ سرکار سے نسبت ہے ہمیں
خلد دے دیں جو ملے انکا بیاباں ہم کو

بے سبب صبح مدینہ کا نہیں پیار خلیلؔ
راس آئی ہے مگر شامِ غریباں ہم کو

بہار طیبہ

جوشِ وحشت نے کیا بادیہ پیما مجھکو
خلد سے لائی ہے طیبہ کی تمنا مجھکو

دیکھ لوں آپ نے کس لطف سے دیکھا مجھکو
ہوش رہ جائے دمِ نزع بس اتنا مجھکو

اپنے پیاروں کے غلاموں میں جو پایا مجھکو
چشمِ حق بیں نے بڑے پیار سے دیکھا مجھکو

اللہ اللہ مری چشمِ تصور کا کمال
کالے کوسوں سے نظر آتا ہے طیبا مجھکو

باندھ رکھے ہیں مرے جوششِ حیرت نے قدم
کھینچ لے چل دلِ مشتاق مدینا مجھکو

کانٹے چن چن کے سیوں چاک گریباں اپنا
راہِ طیبہ میں رہے ہوش بس اتنا مجھکو

میں نہیں کہتا کہ کچھ ہوش رہے ہاں نہ رہے
سنگِ در پر ترے درکار ہے سجدا مجھکو

آپ کے ہوتے نہیں کوئی تمنا واللہ
مل گئے آپ تو بس مل گئی دنیا مجھکو

میں نے مانا کہ گناہوں کی نہیں حد لیکن
کون پوچھے گا جو تم دو گے نکالا مجھکو

کوئے طیبہ سے تو لے چلنے کی ضد ہے ناصح
کس کو روؤنگا اگر خلد نہ بھایا مجھکو

میں تو سمجھا تھا کہ عصیاں مرے لے ڈوبینگے
رحمتِ حق نے مگر ڈھونڈ نکالا مجھ کو

غوث اعظم، ہے خلیلؔ آپ کے در کا منگتا
اب تو دے دیجئے آقا کوئی ٹکڑا مجھکو

خندیدہ خندیدہ

کھنچا جاتا ہے دل سوئے حرم پوشیدہ پوشیدہ
تصور میں قدم بڑھنے لگے لغزیدہ لغزیدہ

دلِ بیتاب ہے اب کس لئے زاریدہ زاریدہ
سلام شوق کو جاتا تو ہے طلبیدہ طلبیدہ

وہ شیرینی ہے نام پاک کے میم مشدّد میں
کہ رہ جاتے ہیں دونوں لب بہم چسپیدہ چسپیدہ

حقیقت کیا مگر، فرش بیاضِ دیدہ کی غافل
ملائک پر بچھاتے ہیں یہاں لرزیدہ لرزیدہ

وہ جس کی جستجو میں عرش اعظم بھی ہے سرگرداں
اسے ٹوٹے دلوں نے پالیا پوشیدہ پوشیدہ

لبِ اعجاز حضرت کی ہیں گویا دونوں تصویریں
تبسم ریز یہ کلیاں وہ گل خندیدہ خندیدہ

وہ اٹھی دیکھتے گرد سواری شاہِ اسریٰ کی
چلی بادِ سحر مشکِ ختن سائیدہ سائیدہ

تعالیٰ اللہ یہ پاسِ خاطرِ عشاق ہے ان کو
ہے تن پر خلعتِ شاہنشہی بوسیدہ بوسیدہ

وہ میرے ساقیٔ کوثر نے کھولا بابِ میخانہ
اٹھا وہ طیبہ سے ابر کرم باریدہ باریدہ

شب اسریٰ کے دولھا کی ضیا پاشی کا صدقہ ہے
کہ ہیں شام و سحر شمس و قمر رخشیدہ رخشیدہ

نہ ہوں کیوں کیف آور نزہتیں فردوس اعلیٰ کی
اڑا لائی ہے طیبہ سے صبا دُزدیدہ دزدیدہ

کریں گی ظلمت عصیاں سے نورِ مغفرت پیدا
یہ پلکیں آپ کی شام و سحر نمدیدہ نمدیدہ

یہی دیوانگی فرزانگی کا رنگ لائیگی
مدینے جائیگی میت مری رقصیدہ رقصیدہ

یہ ہے شاہ و گدا پر فیض تعلیم نبوت کا
کہ رہتے ہیں ایاز و غزنوی گرویدہ گرویدہ

خلیلؔ زار کو دیکھا تو ہوگا طیبہ میں ہمدم
پڑا رہتا ہے دیوانہ سا کچھ سنجیدہ سنجیدہ

❀❀❀❀

اغثنی یارسول اللہ

زسرتاپا خطاکارم اغثنی یارسول اللہ
گناہگارم گناہگارم اغثنی یارسول اللہ

شکستہ پا شکستہ بال و پر خاطر پرا گندہ
زحالِ زار بیزارم اغثنی یارسول اللہ

خدارا سوئے من بنگر بنہ دستِ کرم برسر
کہ بر دوشِ زمیں بارم اغثنی یارسول اللہ

تہی دست وتہی داماں گدایم بے سروساماں
ذلیل و رسواء و خوارم اغثنی یارسول اللہ

بلطفت شادئ مرگم بخاک طیبہ کن مولیٰ
بانجامے رسد کارم اغثنی یا رسول اللہ

نہ زاد راہ می دارم، نہ منزل راشنا سایم
پریشانم پیے کارم اغثنی یارسول اللہ

بہر رنگے گناہگارم، بہر موئے سیہ کارم
بَہر لطفِ توحقدارم اغثنی یارسول اللہ

توئی مولیٰ توئی ملجا توئی ماویٰ توئی منجا
توئی یاور توئی یارم اغثنی یارسول اللہ

غریق بحر عصیاں شد، متاع عز و ناموسم
سراپا ننگ ابرارم اغثنی یارسول اللہ

تو خود احوالِ ما بیچارگاں راخوب ترادانی
چہ پیشت مدعا آرم اغثنی یارسول اللہ

خلیلؔ قادریم رد مکن دستِ سوالم را
تُرا از تو طلبگارم اغثنی یارسول اللہ

آقا کے سامنے

آتی ہے بادِ صبح جو سرور کے سامنے
سر ٹیکتی ہے زلفِ معنبر کے سامنے

شرمندۂ جمالِ رأنی ہیں مہر و ماہ
کیا تاب لائیں روئے منور کے سامنے

طوفِ حریمِ قدس کو دوڑے ہیں بار بار
لوٹے ہیں خوب خوب ترے گھر کے سامنے

(ق)

وارفتگانِ عشق سے کچھ بھی بعید تھا
سجدے جو کرتے روضۂ انور کے سامنے

دیکھونگا کیا بگاڑے گا طوفانِ معصیت
جاؤں گا ظلِ لطف میں داور کے سامنے

ہم سے خراب حالوں کا بس تم ہو آسرا
اب ہم تو آپڑے ہیں اسی در کے سامنے

اللہ رے جوشِ عشق کہ فردوس چھوڑ کر
پہنچا خلیلؔ روضۂ اطہر کے سامنے

دامنِ مصطفےٰ

یہ حسرت ہے تمنا بن کے لپٹوں ان کے داماں سے
رہائی جب ملے مجھ کو اس آب و گل کے زنداں سے

مری مٹی ٹھکانے لگ چکی تھی فضل یزداں سے
صبا ناحق اڑا لائی مدینے کے بیاباں سے

خدا شاہد زمانہ سر کٹاتا حسنِ یوسف پر
نمک تھوڑا سا مل جاتا اگر ان کے نمکداں سے

ترے قرباں بتا دے کیوں یہ طوفاں پانی پانی ہے
تری رحمت نے بڑھ کر کیا کہا سیلابِ عصیاں سے

مہ و خورشید سے کہدو کہ آئیں بھیک لینے کو
ہویدا وہ ہوئے جلوے پھر ان کے یوسفستاں سے

یہ کس کی یاد میں رہ رہ کے قلبِ مضطرب رویا
یہ کیسے آج موتی جھڑ رہے ہیں نوکِ مژگاں سے

پھنسی ہے کشتیٔ ملت بھنور میں یارسول اللہ
اشارہ آپ کا گر ہو نکل جائے یہ طوفاں سے

نہ یوں بیتاب ہو قلبِ حزیں آ نے تو دے انکو
گرایا بے خودی نے اور میں لپٹا اُن کے داماں سے

خلیلؔ ان کا ہے تو پھر خوف کیا دنیا کے کتوں کا
سگانِ یار تو ڈرتے نہیں ہیں شیر نیساں سے

امیدوار رسول

آغوش میں رحمت کی پہنچوں گر ان کا اشارہ ہوجائے
مدت سے تڑپتی ہے دل میں پوری یہ تمنا ہوجائے

اے ماہِ عرب پھر مہ کی طرف اک اور اشارہ ہوجائے
پھر کفر کی ظلمت مٹ جائے پھر نور دوبالا ہوجائے

اعمال پہ اپنے غور کیا تو دل میں ہوا اک حشر بپا
ہاں شافع محشر تم چاہو تو دور یہ دھڑکا ہوجائے

اے چشمِ ندامت بہہ کے ذرا امید شفاعت کر پیدا
ہر موج معاصی ممکن ہے رحمت کا سفینہ ہوجائے

ہنگام سجود اے جوشِ جبیں لازم ہیں ادب کے بھی آئیں
سجدوں کی فروانی میں کہیں ہنگامہ نہ برپا ہوجائے

اس ہند سے طیبہ کو جاؤں سر روضۂ اقدس پر رکھوں
سر رکھ کے میں پھر اس وقت اٹھوں جب روح روانہ ہو جائے

اے آتش عشقِ روئے منور اور بھڑک کچھ اور بھڑک
یہ جاں ہو رخِ انور پہ فدا اور ان کا نظارا ہو جائے

ہو پاس شریعت بھی کامل اور آن رہے مدہوشوں کی
جب گرد ترے روضے کے پھروں انداز کچھ ایسا ہو جائے

اے بادِ صبا طیبہ جا کر، کہنا کہ خلیلؔ خستہ جگر
فرقت میں تڑپتا ہے یکسر ہو حکم تو طیبا ہو جائے

شوقِ دید

تسلیٔ دلِ ناشاد فرمائی نہیں جاتی
حضور اب خواب میں بھی شکل دکھلائی نہیں جاتی

نہیں جاتا مرا شوقِ تلاش کوچۂ جاناں
نہیں جاتی تمنائے جبیں سائی نہیں جاتی

ضرورت ہے کمالِ جذب کی راہِ محبت میں
زمین کوچۂ جاناں کہاں پائی نہیں جاتی

مرے آقا تری امت سے بخت و وقت روٹھے ہیں
یہ گتھی ایسی الجھی ہے کہ سلجھائی نہیں جاتی

کہاں وہ شوقِ اظہار تمنائے دل محزوں
کہاں اک بات بھی ہونٹوں پہ اب لائی نہیں جاتی

تعالیٰ اللہ زیبائی وجہ احمدِ مرسل
کہ جلوے لا تُعد ہیں پھر بھی یکتائی نہیں جاتی

اگرچہ ہاتھ خالی ہیں مگر ہر شے کے والی ہیں
خلیلؔ ان کے گدا کی شانِ دارائی نہیں جاتی

دردِ عشق

اے جذبۂ محبت کچھ جذبِ دل دکھادے
طیبہ کی ہر گلی میں کعبہ مرا بنادے

اے صر صرِ محبت طیبہ اڑاکے لے چل
للہ اب ٹھکانے مٹی مِری لگادے

رہ رہ کے پھر جبیں میں سجدے تڑپ رہے ہیں
اے خضرِ عشق راہِ کوئے نبی بتادے

بخشا ہے گر زباں کو ذوقِ شراب تونے
ساقی میں ترے صدقے کوثر کی مے پلادے

آدابِ بندگی سے واقف نہیں ہے یہ دل
کچھ دردِ عشق دے کہ درد آشنا بنادے

جو آہ لب سے نکلے دَم ان کا بھرتی نکلے
اے عشقِ روئے انور دل میں وہ لو لگادے

اٹھتی ہوئی ہیں موجیں بڑھتا ہوا ہے طوفاں
بگڑی بنانے والے بگڑی مری بنادے

آ کر سگانِ طیبہ میّت مری اٹھائیں
اے رحمتِ دو عالم اتنا تو مرتبا دے

رحمت تری قریں ہے ٹوٹے ہوئے دلوں سے
بچھڑے ہوؤں کو یارب اک بار پھر ملادے

تیری عطا فزوں ہے میری طلب کا منہ کیا
میری طلب سے افزوں اے میرے کبریا دے

ہر صبح، شام سی ہے ناکامِ زندگی کی
ہر شامِ زندگی کو میری سحر بنادے

پھر معصیت نے ڈیرا ڈالا ہے گردشوں کا
یارب مجھے پناہِ دامانِ مصطفا دے

یارب خلیلؔ مضطر ہے خوار و زار و ابتر
اچھے میاں کا صدقہ اچھا مجھے بنادے

درِ رسول

غازۂ دین غبارِ رہِ جاناں ہوجائے
رہروِ دشتِ مدینے کا یہ ساماں ہوجائے

کیوں نہ نازاں ہو مقدر پہ میسّر جس کو
خاک بوسیٔ درِشاہِ رسولاں ہوجائے

مجھکو فرصت نہ ملے طیبہ سے لوٹ آنے کی
وصل دائم سے مبدّل غم ہجراں ہوجائے

اے ملیح عربی تیری ملاحت کے نثار
لطف آئے جو ہر اک زخم نمکداں ہوجائے

کوئے جاناں میں ہوں یوں پاس ادب ہے ورنہ
پرزے پرزے تو ابھی جیب و گریباں ہوجائے

بلبلِ باغِ مدینہ جو چہک اٹھے خلیلؔ
باغِ فردوس کا ہر مرغ غزل خواں ہوجائے

شفیعِ اُمّت

فراقِ مصطفٰے میں جان و دل کی غیر حالت ہے
جنوں آنکھیں دکھاتا ہے گریباں گیر وحشت ہے

دلِ بیتاب وہ شاید بلانے کو ہیں طیبہ میں
ٹپکنا زخم کا تمہید فتحِ بابِ قسمت ہے

بلائیں لے رہا ہوں معصیت کوشی کی رہ رہ کر
مرے عصیاں کی ظلمت آئینہ دارِ شفاعت ہے

کمالِ صنعت صانع عیاں ہے روئے تاباں سے
کہ شکّر زا ملاحت ہے نمک آگیں صباحت ہے

سگانِ کوئے طیبہ سے گلے مِل مِل کے روتا ہوں
مری دیوانگی واللہ صدر شک فراست ہے

اب ایسے میں بن آئی ہے گنہگارانِ اُمّت کی
رضا جُو ہے محب، محبوب سرگرمِ شفاعت ہے

گزرتے ہیں خیالِ عارض و گیسو میں روز و شب
مری ہر شامِ عسرت، ابتدائے صبحِ عشرت ہے

ذرا جھوٹے ہی کو تردامنو! تر آستیں کرلو
بہانہ ڈھونڈتی بہر شفاعت ان کی رحمت ہے

تجلی پڑ رہی ہے من رانی قد رائی الحق کی
مرا آئینۂ دل جلوہ گاہ نورِ وحدت ہے

کہاں تک کیجئے تفسیر سبحان الذی اسریٰ
کہ آغوشِ دنیٰ میں مصطفیٰ کا قصرِ رفعت ہے

تصور میں وہ آ آ کر لگی دل کی بجھاتے ہیں
تکا کرتی ہے منہ جلوت مری خلوت وہ خلوت ہے

چھلکتی ہے یہاں جام و سبو سے لذتِ کوثر
ولایت در حقیقت چاشنی گیر نبوت ہے

مری نظریں اڑا لائی ہیں کس کا جلوۂ رنگیں
کہ چشم نامرادی سے ٹپکتا خون حسرت ہے

خلیلؔ اب بے خودی کے ہاتھ ہے شرم و حیا میری
کہ وہ آتے ہیں اور دل کو مچل جانیکی عادت ہے

آستانِ نبی

در پاکِ مصطفیٰ پر اگر ہم بھی آتے جاتے
تجھے کیا بتائیں اے دل جو تجھے وہاں دکھاتے
تیری رحمتوں کے جھونکے جو انہیں نہ گدگداتے
نہ یہ پھول مسکراتے نہ چمن ہی کھلکھلاتے
نہیں بے سبب فلک پر یہ چراغ ٹمٹماتے
تری خاک رہگزر سے ہیں مگر نظر چراتے
بخدا کہ طور کا سا کبھی ہم بھی لطف اٹھاتے
جو تمہارے روئے زیبا کسی طور دیکھا پاتے
وہ چلی نسیم رحمت وہ بڑھے شفیع محشر
وہ لپٹ رہے ہیں دیکھو میری معصیت کے کھاتے
دل بے قرار کو پھر حرم نبی دھن ہے
چلو زائرو مدینے بہ ادب قدم بڑھاتے
یہ سراغِ معرفت ہے یہی رازِ بندگی ہے
کہ یہ آستاں نہ ہوتا تو جبیں کہاں جھکاتے
یہ مری خودی نے مجھکو کیا پائمال ورنہ
کہیں ان کے آستاں سے بھلا ہم بھی اٹھاتے
تو خلیلؔ چیز کیا تھا تجھے کون پوچھتا تھا
ترے مرشدِ گرامی جو نہ حوصلے بڑھاتے

نعت نبی

شراب خلد کی اے دوست گفتگو کیا ہے
زُلالِ شہ ہو میسّر تو یہ سبو کیا ہے
عذابِ نار خبر ہمیں کہ تو کیا ہے
مگر کسی کی شفاعت کے روبرو کیا ہے
خیال زلفِ رخِ شہ میں غرق رہتا ہوں
نہ پوچھئے مری دنیائے رنگ بو کیا ہے
جو تیری راہ میں پائیں قبولیت کا شرف
تو لاکھ جانیں بھی قرباں یہ اک گلو کیا ہے
خدا گواہ مری ہر مراد بر آئے
حضور اتنا جو کہدیں کہ آرزو کیا ہے
خلیلؔ تجھ سا سیاہ کار اور نعتِ نبی
یہ فیض مرشدِ برحق ہے ورنہ تو کیا ہے

❁❁❁❁

طیبہ کا چاند

حیرت میں غرق جلوۂ شام و سحر رہے
طیبہ کا چاند دل میں اگر جلوہ گر رہے

ہاں سوئے روضہ سجدوں کا لے محتسب حساب
ہم محوِ بے خودی ہیں یہ پیشِ نظر رہے

انوارِ قربِ روضہ کا ہونے لگا نزول
اے میرے بے خبر ذرا اپنی خبر رہے

حقا کہ پیشوائی کو بڑھتی ہیں رحمتیں
کیوں پھر دعائے نیم شبی بے اثر رہے

اللہ اے ناخدائی امیدِ مغفرت
طوفانِ معصیت میں بھی ہم بے خطر رہے

(مقطع دستیاب نہ ہوا)

شہِ کوثر

سنگِ درِ جاناں ہے اور ناصیہ فرسائی
یارب میرے سجدوں کی ہو جائے پذیرائی

اُس جلوہ زیبا کے اللہ رے شیدائی
خود آپ تماشا ہیں خود آپ تماشائی

ہو راہ مدینہ میں یوں باد یہ پیمائی
ہر گام پہ سجدوں کی ہو انجمن آرائی

رہتی ہے نگاہوں میں فردوس کی رعنائی
خاک طیبہ ہے یا سرمۂ بینائی

بخشی ہے مسیحائی تم نے ہی مسیحا کو
تم جانِ مسیحا ہو، تم جانِ مسیحائی

اخلاق و محاسن میں، افضال و محامد میں
خالق نے تمہیں بخشی ہر شان میں یکتائی

بے اُن کے توسط کے، مانگے بھی نہیں ملتا
بے ان کے توسّل کے پرسش ہے نہ شنوائی

ہاں ان کے گداؤں میں، شامل ہیں سلاطیں بھی
ہاں ان کے گداؤں پر قربان ہے دارائی

یادِ شہِ کوثر میں، دل ہے یوں طرب آگیں
جیسے کہیں بجتی ہو فردوس میں شہنائی

دہلیز پہ روضہ کی نذرانے میں جاں دیدی
اللہ غنی میں اور یہ طُرّہ دانائی

رحمت نے خلیلؔ ان کے دامن میں اماں بخشی
جب بھی مرے عصیاں نے چاہی مری رسوائی

قصیدہ سراپا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کچھ اوجِ بارگاہ مدینہ کروں رقم
اے حور شاخ طوبیٰ سے لانا ذرا قلم
اللہ کس قدر ہے یہ دربار محتشم
بے اذن جبرئیل بھی رکھتے نہیں قدم
کوئی. عجب نہیں ہے کہ ہو روکش ارم
محبوب کا حرم ہے یہ محبوب کا حرم
آنکھیں نہیں، بچھے ہیں یہاں اہلِ دل کے دِل
رکھیں قدم ادب سے سلاطین ذی حَشَم
زاہد حریم کعبہ کی تسلیم حُرمتیں
لیکن رسولِ پاک سے منسوب وہ حرم
چھایا ہوا فضائے مدینہ یہ ابر ہے
برسے گا مے کشوں کے لئے لُکّہَ کرم
میری نظر میں صرف یہی وہ مقام ہے
ملتے ہیں جس مقام سے دنیاؤ دیں بہم
جنّ و بشر کجا، ہیں ملائک نیاز مند
ہر اک بقدرِ ظرف ہے معمورۂ نِعَم

اس آستاں کا فیض ہے ہر ذی نفس پہ عام
اے دل تجھے کہاں، ابھی اندازۂ کرم
اس سر زمیں سے عرشِ بریں کو ہیں نسبتیں
اس سر زمیں کا وادیٔ ایمن پہ ہے قدم
یہ آستاں ہے قبلہ نما و خدا نما
یہ آستاں ہے کعبۂ ایماں کا مستلم
یہ آستاں ہے باعثِ تخلیق کائنات
مربوط اس آستاں سے ہے ماوشما کا دم
شاہانِ کجکلاہ، گدایانِ بارگاہ
ہیں ان کے خانہ زاد سلاطین ذی حشم
دونوں جہاں کے ہیں وہی مخدوم و مقتدیٰ
دونوں جہاں انہیں کے ہیں محکوم و محتکم
میں کیا کہ جبرئیل جو مدح و ثنا کریں
واللہ اُس تمام سے ہیں افضل و اتم
بلکہ تمام دفترِ اوراقِ کائنات
اس کی ثنا میں ایسے جیسے کہ یم سے نم
القصہ دو جہاں میں ہیں مخصوص آپ سے
وہ رفعتیں کہ جنکا نہیں کوئی ہم قدم
موجیں سی اٹھ رہی ہیں سرور و نشاط کی
لہریں سے لے رہا ہے دلِ بے نیازِ غم

توفیق خیر مجھکو جو ربِ قدیر دے
مضموں ہو اُن کے حسنِ سراپا کا مرتسم

تصویر ہے جمال و جلالِ الٰہ کی
یعنی وہ رخ ہے آئینۂ جلوۂ قِدَم

اللہ ان عذاروں کی جلوہ طرازیاں
گویا ہیں ایک برج میں شمس و قمر بہم

عرشِ بریں پہ پہنچوں اگر سر کا نام لوں
چھیڑوں جو ذکر پا تو سرِ سروراں ہو خم

حیرت میں ہوں کہ گوہر دنداں کو کیا کہوں
کہدوں جو کہکشاں کو دُرر ہائے منتظم

سینہ ہے طور سینا تو دل مرکزِ جمال
لب مصدرِ فیوض، دہن منبعِ حِکَم

تبیان ہو جو اُن کے بیان و زبان کا
بے جا نہیں، عرب کو میں کہدوں اگر عجم

جیسے سواد بحر پہ کرنیں ہوں موجزن
یوہیں جبیں پہ جلوہ فگن موجۂ کرم

ترساں ہیں گیر و ترسا، عجب رعب و داب ہے
لرزاں ہیں ان کے نام سے بتخانوں میں صنم

تسنیم و سلسبیل کا صدقہ مجھے بھی دو
کوثر کے شاہ، ساقیِٔ میخانۂ حَرَم

یہ روسیاہیاں نہ کریں روسیاہ مجھے
میرے حضور، دافع کرب و غم و الم
لوٹا ہے مجھکو دردِ غم روزگار نے
توڑا ہے مجھ پہ گردشِ ایام نے ستم
اور اس پہ میری شامتِ اعمال مستزاد
تردامنی کے ساتھ تہی دامنی کا غم
ہر کس متاعِ خویش را دارد بہائے بیش
آں روسیاہ کہ ہیچ میرزد منم منم
بدہوں مگر میں اچھے میاں[1] کا غلام ہوں
غوث الوریٰ کا صدقہ خدایا کرم کرم
یا رب تجھے انہیں کی اداؤں کا واسطہ
یا رب تجھے انہیں کی رضا جوئی کی قسم
مولیٰ ہوں، بے حساب عطایا مجھے عطا
یعنی بقدرِ جرم و خطا ہو ترا کرم
ہو اپنے مرشدوں کے جلو میں جہاں رضا[2]
یعنی جہاں ہو سایہ کناں قادری علم

[1] ضیاء الاصفیاء حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی رضی اللہ عنہ
م ۱۲۳۵ھ

[2] امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ
م ۱۳۴۰ھ

اور غلغلہ جہاں پہ محمد[3] میاں کا ہو
ہوں خیمہ زن جہاں مرے سرکار کے قدم
فرمائیں مجھ سے شاہِ مدینہ کہ ہاں خلیلؔ
محبوب کا حرم ہے یہ محبوب کا حرم
اور میں کروں یہ عرض کہ بندے کی کیا بساط
کچھ شانِ بارگاہِ مدینہ کرے رقم
آئے پسندِ خاطرِ اقدس مرا کلام
سرکار کا کرم ہے یہ سرکار کا کرم
سن کر مرا قصیدہ یہ فرمائیں شاہِ دیں
تو مستحق ہے خلعتِ فاخر کا، لاجرم
اتنے میں قدسیوں سے اٹھے شور مرحبا
اور میں کہوں کہ یہ بھی ہے منجملہ کرم

[3] تاج العلما اولادِ رسول حضرت سید شاہ محمد میاں قادری مارہروی رضی اللہ عنہ م ۱۳۷۵ھ

مدینے والے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرکار میں

''عرضِ احوال واقعی''

اے کہ ذاتِ تو تجلی گاہِ نور ایزدی
اے بذاتِ تو مزین مسند پیغمبری
اے کہ نوری پیکرِ تو ظل ذاتِ سرمدی
اے بفرقِ پاک تو موزوں کلاہ سروری
اے کہ درشانِ تو وارد رحمۃ للعٰلمین
اے کہ جانِ غمزدہ را صبر و تسکیں آمدی
گفتگوئے تست شرحِ مَا مضٰی وَمَا غَبَر
کیف اندازِ تکلم رشکِ قندِ پارسی
دیگراں را کے سزد شانے کہ تو داری شہا
پایۂ زیرین تو اعلیٰ زبامِ قیصری
طرۂ الفقرُ فخری تیری شان امتیاز
تیرے ٹھکرائے ہوئے ہیں تاج وتختِ خسروی
تاج والے جبہ فرسا ہیں تری سرکار میں
موجبِ جاہ و حشم ہے کفش برداری تری
تیری تابش سے منور ہیں زمیں و آسماں
تیرے ذروں سے درخشاں گنبد نیلوفری

ہے وجود پاک تیرا رونق بزم جہاں
تیرے باعث گلستانِ دہر میں ہے تازگی
غلغلہ ہے آج تک بزم ملائک میں ترا
آج تک ہے محوِ استعجاب چرخِ چنبری
تیرے قدموں سے ہے وابستہ بہارِ کائنات
منتسب ہے تیرے دامن سے نشاط زندگی
یا انیس الھالکینَ التفاتے سوئے ما
یامُراد العاشیقنَ یک نگاہِ دلدہی
یا شفیعَ المذنبینَ جرم مارادر گزار
رحمتہً للعٰلمینَ ملجا و ماویٰ توئی
خیزکہ افواجِ باطل جنگ جویاں آمدند
باسنان و تیر و پیکاں بر مسلماں تاختند
یارسول اللہ حالِ بندگانت بنگری
گوشۂ چشم کرم للہ برما ہم کنی
دیکھئے حسرت زدوں کا دم لبوں پر آچکا
دیکھئے ناموسِ مسلم کی ہوئی عصمت دری
خوبیٔ تقدیر ہو یا بخت کی گردش کہ ہے
کامیابِ زندگی، ناکامیاب زندگی

خُم کے خُم ہیں مغربی میخانۂ توحید میں
ساقیانِ قوم ہیں مستِ شرابِ مغربی
صرصرِ تہذیب یورپ چل رہی ہے ہر طرف
گلستانِ زیست میں اڑنے لگی ہے خاک سی
کشتیٔ علم شریعت کی خبر تو لیجئے
بڑھتا ہی جاتا ہے طوفانِ علومِ فلسفی
دشمنانِ مذہب و ملت ہیں سرگرم و غا
قصرِ ملت ڈھا رہے ہیں ملحدانِ نیچری
ڈھونڈتے ہیں شاہراہ اک اور مسلم کیلئے
پردۂ اسلام میں، اسلام سے بالکل بَری
مدعا یہ ہے کہ ان کی خواہشیں آزاد ہوں
آرزو یہ ہے کہ ملّت کی بنے صورت نئی
کفر پر ایمان لائیں اور کہیں ایماں کو کفر
کجروی کو دیں یہ سمجھیں اور دیں کو گمرہی
دستگیرا! بے کسوں کی دستگیری کیجئے
لٹ گئے ہم یا رسول اللہ دہائی آپ کی
جان کھینچے لے رہا ہے انقلابِ حشرزا
خون چوسے لے رہے ہیں عیسوی و موسوی

ہاں بجا ہے ہم اسی قابل تھے جیسے ہو گئے
لیکن اے سرکار امت آپ کی ہے آپکی
آپ گر روٹھے رہیں گے پھر ہمارا کون ہے
کون ہم آفت کے ماروں کی کریگا دلدہی
وقت ہے امداد کا سرکار اب تو آئیے
پھر نہ رونے کے لئے آئے گی ہم کو بے کسی
بول بالا ہو ترا اے دستِ تو دستِ خدا
اب تو بھر دے جھولیاں منگتا وَنکی میرے غنیؐ
پھونک دے پھر انجمن میں جذبہ باطل شکن
ڈال دے ہر مردہ تن میں روحِ جوشِ غزنوی
صدق دے صدیق کا عثمان کی شرم و حیا
عدل دے فاروق کا اور زورِ بازوئے علیؓ
حرزِ مَن لَا حرز لَہ یا مصطفی یا مجتبیٰ
باہزاراں التجا گوید خلیلؔ قادری
ثروتِ بے ثروتاں اے دولتِ بے دولتاں
ما غریبان و گدایاں ہم تو سلطان و شہی
از غم دُنیا و ہم عقبیٰ شہا آزاد کُن
پادشاہا! سرورا! بہر خدا امداد کُن

دیوانِ شفاعت

قطعہ نعتیہ

یہ مانا میرے عصیاں کی نہیں ہے کوئی حد شاہا
مجھے تسلیم اپنی ہر خطا بے رد و کد شاہا
مگر تم چاہو تو ہر جرم، رحمت سے بدل جائے
کہ دیوانِ شفاعت میں تو ہے ایسی بھی مد شاہا

سرکار کی گلی میں

قطعہ نعتیہ

دنیائے رنگ و بو میں جلوہ طراز ہوجا
یعنی غبارِ راہِ شاہِ حجاز ہوجا
سجدے جبیں کے وقفِ درگاہِ ناز کردے
سرکار کی گلی میں جانِ نیاز ہوجا

دامانِ مصطفیٰ

قطعہ نعتیہ

اتنا تو مرے سرور تقریب کا ساماں ہو
جب موت کا وقت آئے اور روح خراماں ہو

دنیائے تصور میں دربار ترا دیکھوں
سر ہو ترے قدموں پر، سر پر ترا داماں ہو

توبہ توبہ

قطعہ نعتیہ

بھروسہ ہے ہمیں تو شافعِ محشر کی رحمت کا
نہ ہوا ایماں جسے لَاتَقْنَطُوا پر وہ کرے توبہ

امیدِ عفو و بخشش پر تو عصیاں کو خریدا تھا
تری رحمت سے میں مایوس ہو جاؤں ارے توبہ

تمنا

تڑپ رہا ہے خلیلؔ اس قلق میں طائرِ روح
کہ شاخِ نخل مدینہ پہ آشیاں نہ ہوا

حاضریٔ طیبہ

اس دل لگی میں کام مرا بن گیا خلیلؔ
طیبہ کو کھینچ لے گئی دل کی لگی مجھے

صلوٰۃ وسلام بدرگاہِ خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام

(اس کلام کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر شعر کا دوسرا مصرعہ کلامِ رضا سے مستفاد ہے۔ مرتب)

شام و سحر سلام کو حاضر ہیں السلام
شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں السلام

سب تاجور سلام کو حاضر ہیں السلام
جن و بشر سلام کو حاضر ہیں السلام

بس اک نگاہ لطف شہنشاہ بحر و بر
سب بحر و بر سلام کو حاضر ہیں السلام

سرخم ہر ایک اوج کا ہے در پہ آپ کے
سب کروفر سلام کو حاضر ہیں السلام

گل ہیں نثار قدموں پہ خم ہے جبین کوہ
سنگ و شجر سلام کو حاضر ہیں السلام

اے جانِ کائنات و مقصودِ کائنات
سب خشک و تر سلام کو حاصل ہیں السلام

راحت ملی ہے دامن عالم پناہ میں
شوریدہ سر سلام کو حاضر ہیں السلام

حاضر ہیں سب دعاء و تمنا کے ساتھ ساتھ
عرض و اثر سلام و حاضر ہیں السلام

اٹھ جائے ہر نگاہ سے اب تو ہر اک حجاب
اہل نظر سلام کو حاضر ہیں السلام

چارہ گرِ خلیلؔ و مسیحائے کائنات
خستہ جگر سلام کو حاضر ہیں السلام

مناقِب

سید شاہ ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ عنہ

منقبت

برائے عرس نوری رجب سنہ ۱۳۲۷ھ مارہرہ مطہرہ ارسال کردہ شد

تعالیٰ اللہ یہ ہے اوجِ مقامِ احمدِ نوری
کہ قدسی ڈھونڈتے پھرتے ہیں بامِ احمدِ نوری

نہ کیوں لذت دہِ کوثر ہو جامِ احمدِ نوری
شہِ تسنیم سے ملتا ہے نامِ احمدِ نوری

جہاں پر فضلِ مولیٰ ہے بنامِ رحمتِ عالم
جہاں میں رحمتِ حق ہے بنامِ احمدِ نوری

یہاں سے کالے کوسوں دور ہیں تاریکیاں شب کی
منور صبح طیبہ سے ہے شامِ احمد نوری

کلامِ احمدِ نوری کلامِ حق تعالیٰ ہے
کلامِ حق تعالیٰ ہے کلامِ احمد نوری

غلاموں کو سراغ منزلِ مقصود بتلا جا
تو کس منزل میں ہے ماہِ تمام احمدِ نوری

خدایا گلشن برکات سے ہم برکتیں پائیں
پھلے پھولے سدا نخل مُدام احمد نوری

مری جانب سے عرضِ اشتیاقِ دید کردینا
صبا جائے جو تو بہر سلامِ احمدِ نوری

مجلّٰی آیۂ تطہیر سے ہے پاک دامانی
زہے اکرامِ اَجدادِ کِرامِ احمدِ نوری

ملے مجھ روسیہ کو بھی تری تنویر کا صدقہ
میں صدقے تیرے اے فیضانِ عامِ احمد نوری

یہ نسبت ہی خلیلؔ زار کو دارین میں بس ہے
کہ ہے پروردہ فیضِ مُدامِ احمدِ نوری

"عنوان معرفت ہے مقام ابوالحسین"

منقبت

عرس رجب شریف سنہ ۱۳۸۲ھ

وہ جام دے ہو جس میں زلالِ ابوالحسین
ساقی پھر آرہا ہے خیالِ ابوالحسین

امید وار ایک تجلی کے ہم بھی ہیں
نظروں کو ہے تلاشِ جمالِ ابوالحسین

تصویریں ہیں یہ جاہ و جلالِ حضور کی
جاہِ ابوالحسین و جلالِ ابوالحسین

یا رب میری جبیں سے کبھی آشکار ہو
تابندگیٔ ماہ جمالِ ابوالحسین

پیتے ہیں، مے پرستی کا الزام بھی نہیں
زاہد یہ دیکھ جامِ سفالِ ابوالحسین

قادر ہے وہ، جو چاہے تو یوں موت دے مجھے
یہ سر ہوا اور خاکِ نعالِ ابوالحسین

معراج زیست ہو جو کہیں عزرئیل یوں
آ اے خلیلؔ شیریں مقالِ ابوالحسین

مِدحتِ احمد رضا رضی اللہ عنہ

منقبت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہٗ

اللہ اللہ نو بہار عظمتِ احمد رضا
غنچہ غنچہ ہے زبانِ مدحتِ احمد رضا

سایۂ قصرِ دنیٰ میں منزلت پایا ہوا
کتنا اونچا ہے مقامِ عزّتِ احمد رضا

قربِ حق کی منزلوں میں گم نہ ہوں کیوں رفعتیں
جلوہ گاہِ مصطفٰے ہے رفعتِ احمد رضا

مصطفٰے کی بھینی بھینی نکہتوں میں تہ بہ تہ
مہکی مہکی ہے فضائے نکہتِ احمد رضا

التفاتِ جلوۂ غوث الوریٰ سے مُنسلک
رشکِ صد جَلوت ہے یعنی خلوتِ احمد رضا

لختِ لختِ دل ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ضو سے باغ باغ
ماہ طیبہ کی ضیاء ہے طلعتِ احمد رضا

نور آنکھوں کو ملا خلوت گہِ دل کو سرور
جب تصور نے سنواری صورتِ احمد رضا

پھیکی پھیکی سی ہے ساقی، صبح و شامِ زندگی
آئے پھر گردش میں جامِ لذتِ احمد رضا

پھولتا پھلتا رہے گا باغِ مارہرہ مدام
کہہ رہی ہے یہ بہارِ برکت احمد رضا

بارکَ اللہ فیضِ عامِ حضرتِ اچھے میاں
اچھے اچھوں کا ہے قبلہ سیرتِ احمد رضا

جو خلیلؔ زار کو اعزاز بخشا آپ نے
وہ بھی ہے اک شرمسارِ نسبت احمد رضا

(یہ منقبت بحیثیت صدر مشاعرہ پڑھی گئی، مشاعرہ دارالعلوم احسن البرکات میں ہوا تھا!)

حق نما ہے رضا

جلوۂ قدرت خدا ہے رضا
ظل آیات کبریا ہے رضا

پرتو شانِ مصطفٰی ہے رضا
سایۂ فضل مرتضٰی ہے رضا

صبح ایمان کی ضیا ہے رضا
شام عرفان کی جلا ہے رضا

کعبۂ عشق اصفیا ہے رضا
قبلۂ شوقِ اذکیا ہے رضا

اعلٰی حضرت مجددِ ملت
اہلسنت کا مقتدا ہے رضا

وارثِ وارثان علم نبی
عطرِ مجموعۂ ہدیٰ ہے رضا

فقہ حنفی کے بے مثال فقیہ
بو حنیفہ کا لاڈلا ہے رضا

منتہی مبتدی ہیں جن کے حضور
ایسے لاکھوں کا منتہا ہے رضا

آبگینہ فَقَدْ رَأَیَ الحق کا
سچ تو یہ ہے کہ حق نما ہے رضا

شاہِ بغداد کی توجہ سے
قادریوں کا رہ نما ہے رضا

اچھے اچھوں سے نسبتوں کے طفیل
اچھے اچھوں کا پیشوا ہے رضا

باغِ برکات کی بہارِ نو
ہاں رضا ہاں رضا، رضا ہے رضا

کوئی مشکل نہیں مجھے مشکل
میرا مشکل کشا رضا ہے رضا

ایں ہم از فیضِ مرشد است خلیلؔ
جلوہ فرمود گاہے گاہے رضا

گلستانِ قاسمی

منقبت حضرت مرشد برحق شاہ ابوالقاسم عرف شاہ جی میاں قدس سرہ
برموقع عرس شریف صفری ۱۳۶۶ھ

اللہ اللہ کس قدر ہے عز و شانِ قاسمی
ڈھونڈتے پھرتے ہیں قدسی آستانِ قاسمی

جوئبار معرفت، کام و دہانِ قاسمی
غرق موجِ ہُو، کلام درخشانِ قاسمی

واقفِ اسرارِ حق ہے رازدانِ قاسمی
نکتہ سنج و نکتہ رس ہے نکتہ دانِ قاسمی

ہے حبیب حق کی رحمت غوث اعظم کا کرم
لہلہاتا ہی رہے گا بوستانِ قاسمی

غنچہ غنچہ اس چمن کا سو بہاریں لائے گا
پھولتا پھلتا رہے گا گلستانِ قاسمی

ہیں جو انکے ماہ و خور انکا تو پھر کہنا ہی کیا
ہیں مثال مہ نجومِ آسمانِ قاسمی

سر جھکاتے ہیں ادب سے آستانِ پاک پر
قدر والے ہی ہوئے ہیں قدردانِ قاسمی

ہے حجاب اکبر ان سے کینہ و بغض و حسد
کورِ باطن کیسے دیکھے عز و شانِ قاسمی

پر بچھاتے ہیں ملائک جن قدموں کیلئے
ان کی حسرت ہے کہ سر ہو پائیدانِ قاسمی

دین کا ڈنکا بجاتے پھر رہے ہیں چارسو
خادمانِ دینِ حق ہیں خادمانِ قاسمی

دھوم مچ جائے گی ہر سو آ گئے باطل شکن
سانس جب منزل پہ لے گا کاروانِ قاسمی

سلسلہ ملتا ہے اِن کا سرورِ کونین سے
مدحِ خوانِ مصطفےٰ ہیں مدح خوانِ قاسمی

ان کے بدخواہوں کا حصہ ہے خسارِ دو جہاں
شاد ہیں کونین میں پیر و جوانِ قاسمی

طائرانِ قدس بھی مست ترنم ہیں خلیلؔ
زندہ باشی اے ہزار بوستانِ قاسمی

نذرِ عقیدت

تجلیِ حق شمع عرفان قاسم
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلوہ ہے لمعانِ قاسم

ذرا دیکھئے تو ہے کیا شانِ قاسم
کہ ہے حق مُعَنوَن بہ عنوان قاسم

بصد رشک رضوان ہے اللہ اللہ
ذرا دیکھئے شانِ دربانِ قاسم

گھٹائیں بنیں حلقۂ بدرِ کامل
جو رخ پر گری زلفِ پیچانِ قاسم

عجب جمگھٹا میکدے پر لگا ہے
کہ قاسم ہیں اور تشنہ کامانِ قاسم

عدو کے لئے آپ قہر خدا ہیں
کہ باطل ہے لرزاں یہ ہے شانِ قاسم

شرابِ محبت کے متانے آئے
عطا ہو کوئی جامِ عرفانِ قاسم

رہے بے خودیِ محبت ہمیشہ
نہ چھوٹے کبھیں دست و دامانِ قاسم

مجھے خوف کیا ہے مرے پاسباں ہیں
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی، غوث و پیرانِ قاسم

امنگیں مرے دل میں دیدار کی ہیں
خدایا! دکھا روئے تابانِ قاسم

نگہبان ہیں قاسم خلیلؔ حزیں کے
خدائے جہاں ہے نگہبانِ قاسم

منقبت مرشد برحق

(برسوں کی مفارقت کے بعد حاضری پر عرض کی گئی، عرس قاسمی سنہ ۱۳۷۴ھ)

عیاں حالتِ دل کروں توبہ توبہ
ترے روبرو کچھ کہوں توبہ توبہ

میں اس آستاں سے پھروں توبہ توبہ
کہیں اور سجدے کروں توبہ توبہ

خودی سے گزر کر ترے سنگِ در پر
گروں اور گر کر اٹھوں توبہ توبہ

منور نہ ہو جو تری بندگی سے
میں اس زندگی پر مروں توبہ توبہ

تمھارا ہوں اور پھر سوائے تمھارے
کسی اور کا ہو رہوں توبہ توبہ

تمھاری عطاؤں کا پروردہ ہوکر
کسی غیر کا منہ تکوں توبہ توبہ

دلِ زاران کی تمنا کے ہوتے
کسی آسرے پر جیوں توبہ توبہ

خلیلؔ آدمی کو رہے خوفِ حق بھی
نہ ظاہر مصفا، دروں، توبہ توبہ

جمال محمد میاں رضی اللہ عنہ

منقبت

حضور سیدی مرشدی السید الشاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی قدس سرہٗ

آنکھوں میں ضو جمال محمد میاں کی ہے
دل میں ضیا کمال محمد میاں کی ہے
ملتی ہے اہل حق میں بڑی جستجو کے بعد
جو بات حال و قال محمد میاں کی ہے
آمین ربّنا کا ملائک میں شور ہے
وہ آبرو سوالِ محمد میاں کی ہے
روشن دل و دماغ ہیں حب رسول سے
تنویر یہ جمال محمد میاں کی ہے
میرے حَسَن[1] کو میری نگاہوں سے دیکھئے
تصویر خد و خال محمد میاں کی ہے
انوار کا نزول، غلاموں پہ کیوں نہ ہو
تاریخ یہ وصال محمد میاں کی ہے
اس آستاں سے دولتِ ایماں ملی ہمیں
تشریح یہ نوالِ محمد میاں کی ہے
ہی خوش نصیب، جن کو ملا ہے یہ درِ خلیلؔ
کیا بات خوش خصال محمد میاں کی ہے

[1] حضور احسن العلماء سید حسن میاں شاہ صاحب علیہ الرحمتہ والرضوان

"چادر"

صبا دھوم کیسی یہ گھر گھر مچی ہے
یہ کیسی مسرت ہے کیسی خوشی ہے
یہ کس مرد حق بیں سے ملنے چلی ہے
یہ کس کے لئے آج دلہن بنی ہے
کہ چادر بڑے کروفر سے اٹھی ہے

کہیں رضویوں کی دُر افشانیاں ہیں
کہیں نوریوں کی درخشانیاں ہیں
کہیں قاسمیوں کی تابانیاں ہیں
غرض ہر طرفہ سامانیاں ہیں
کہ عُرس ابوالقاسم احمدی ہے

لگا کر حنائے گلستانِ قاسم
چڑھا کر مئے جامِ عرفانِ قاسم
سنگھاتی ہوئی بوئے بستانِ قاسم
دکھاتی ہوئی رنگ دامانِ قاسم
نسیم سحر مست ہوکر چلی ہے

سماں کیا ہے رحمت کا آ کر تو دیکھو
نگاہِ بصیرت اٹھا کر تو دیکھو
نزولِ ملائک کا منظر تو دیکھو
ذرا شاہِ قاسم کی چادر تو دیکھو

جِلومیں یہ کس کس کو لے کر بڑھی ہے

کبھی شکوۂ جور و بیداد کرنا
کبھی حق تعالیٰ سے فریاد کرنا
کبھی ذکرِ سرکار بغداد کرنا
کبھی یا علی کہہ کے دل شاد کرنا

کبھی جوش میں نعرۂ یا نبی ہے

مئے جام وحدت پئیں اور پلائیں
محبت کے نغمے سنیں اور سنائیں
ارادت کی آنکھوں سے اس کو لگائیں
چلو کچھ عقیدت کے موتی چڑھائیں

یہ چادر نہیں۔ حُلّہ قاسمی ہے

زمیں پر پہنچنے لگے ماہ پارے
اترنے لگے آسماں سے ستارے
درِ شاہ قاسم پہ ہیں جمع سارے
نقیبوں کا ہے شور غم ہوں کنارے

کہ رحمت یہاں بوندیاں بانٹتی ہے

کسی کی خوشامد نہ درکار ہوگی
وہ چشم الطاف سرکار ہوگی
گناہوں کی میرے خریدار ہوگی
یقیں ہے کہ رحمت طرفدار ہوگی
کہ محشر میں حامی مرا شاہ جی ہے

بہت ہو چکی شرم و غیرت کی خواری
بہت لے چکے لطفِ باد بہاری
بہت کر چکے جام و مینا سے یاری
مسلمانو! کبتک یہ غفلت شعاری
خدارا اٹھو اب سحر ہو چکی ہے

وہ کرتے ہی کیا رنج و غم کا مداوا
تمہیں لیڈروں نے تو اور مار ڈالا
نہ تہذیب یورپ نے تم کو سنوارا
مرے دوستو! یہ تو سوچو خدارا
مصیبت یہ کیوں تم پہ آکے پڑی ہے

دکھا دو زمانے کو دینی حمیت
وگرنہ ہوا خونِ ناموس مِلّت
بڑھو آگے! زیر لوائے شریعت
کھلی ہے ابھی شاہراہ حقیقت
چلے آؤ رحمت ابھی بٹ رہی ہے

طواغیتِ کثرت کو ڈھاتی ہے چادر
جماعت کے معنیٰ بتاتی ہے چادر
عزیزو! مسلماں بناتی ہے چادر
تمہیں راہ عرفاں دکھاتی ہے چادر

اسی راہ میں راحت سرمدی ہے

خود اپنے جنوں کا نظارا کریں گے
تماشائی بن کر تماشا کریں گے
خدا جانے کیا ہوگا کیا کیا کریں گے
خلیلؔ ایک دن قصد پورا کریں گے

مدینے چلیں گے۔ اگر زندگی ہے

❀❀❀❀

درِ شاہِ قاسم پہ آئی ہے گاگر

برموقعہ عرس شریف قاسمی ۱۳۶۸ھ

در شاہ قاسم پہ آئی ہے گاگر
پیامِ دل افروز لائی ہے گاگر
سمن یا سمن میں بسائی ہے گاگر
صبا جا کے طیبہ سے لائی ہے گاگر
تو اک تحفۂ مصطفائی ہے گاگر

جواہر عقیدت کے اس پر لٹاؤ
اباطیل بدعت یہاں سے ہٹاؤ
محبت سے لے کر بڑھو اور بڑھاؤ
تقدس کے ساغر پیو اور پلاؤ
کہ پروانۂ پارسائی ہے گاگر

مٹیں کلفتیں جس سے روح و بدن کی
چھٹیں ظلمتیں جس سے رنج و محن کی
گھٹائیں گھریں رحمتِ ذی المنن کی
ہٹیں بدلیاں دم میں سارے فتن کی
وہ فانوسِ مشکل کشائی ہے گاگر

گلے میں تجمل کے پھولوں کا زیور
جبیں پر تنعم کی کلیوں کا جھومر
غرض ہے منور سر و سینہ و بر
سرا سر معنبر سراپا معطر
مجسم دلہن بن کے آئی ہے گاگر

طریقہ بتاتی ہے نور و ہدیٰ کا
دکھاتی ہے جلوہ یہ حلم و حیا کا
ادب یہ سکھاتی ہے حق وفا کا
سبق دے رہی ہے یہ صدق و صفا کا
اسی سے تو سر پر اٹھائی ہے گاگر

تعلق اسے ہے دلیرانِ حق سے
علاقہ یہ رکھتی ہے شیرانِ حق سے
اسے رابطہ ہے شہیدانِ حق سے
ہے نسبت اسے چونکہ یارانِ حق سے
تو اک جلوۂ مرتضائی ہے گاگر

بساتے رہے دل میں ارباب الفت
بچھاتے رہے آنکھیں باصد عقیدت
ذرا دیکھئے تو بلندیٔ قسمت
اٹھاتے رہے ہیں جو اہل محبت
تو ستھروں سے ستھروں میں آئی ہے گاگر

نہ شکوہ کسی کو رہا بے کلی کا
گلہ ہے کسی کو نہ اب بیکسی کا
نہ کیوں مدح خواں ہو مرے شاہ جی کا
کھلا غنچۂ دل ہر اک قاسمی کا
کچھ اس ناز سے مسکرائی ہے گاگر

مقدر کا یہ اوج اللہ اکبر
ہوا جا رہا ہوں میں آپے سے باہر
کہاں کے یہ جام اور کیسے یہ ساغر
نگاہوں میں پھرتی ہے تصویرِ کوثر
نظر میں کچھ ایسی سمائی ہے گاگر

کبھی ان کا روئے منور تکیں گے
کبھی ان کے قدموں سے آنکھیں ملینگے
تڑپتے نہ فرقت میں یوں ہم رہیں گے
مزا شربتِ دید کا بھی چکھیں گے
جو قاسم کی حق نے دکھائی ہے گاگر

یہ وہ ہیں کہ روتے ہوؤں کو ہنسائیں
جو دینے پہ آئیں تو موتی لٹائیں
عجب کیا کہ تیری بھی بگڑی بنائیں
تجھے اصفیا دے رہے ہیں دعائیں
خلیلؔ آج تونے وہ گائی ہے گاگر

کیا میں سہرا کہدوں

قطعہ

چھائیں رحمت کی گھٹائیں میں وہ سہرا کہدوں
بدلیاں جھومتی آئیں میں وہ سہرا کہدوں

عرش تک نعتِ محمد کے ترانے گونجیں
حوریں فردوس میں گائیں میں وہ سہرا کہدوں

عطر میں ڈوبی ہوئی آئے نسیم سحری
پھول برسائیں ہوائیں میں وہ سہرا کہدوں

عندلیبانِ چمن بھی مترنم ہوں خلیلؔ
قمریاں جھوم کے گائیں میں وہ سہرا کہدوں

جشن شادی راحت

۶۸ ھ ۱۳

سہرا بر شادیٔ مبارک سید حسن میاں صاحب مدظلہٗ

اللہ غنی کیا خوب ہے یہ پاکیزہ طبیعت سہرے کی
تحمیدِ الٰہ تمجید نبی دیرینہ ہے عادت سہرے کی

کہتی ہے عقیدت سے جھک کر یہ فرق ارادت سہرے کی
اب آپ کے ہاتھوں عزت ہے یا شاہِ رسالت سہرے کی

ہیں پھول یہ سارے صف بستہ گاتے ہیں جو مدحت سہرے کی
بیجا تو نہ ہوگا کہنا مجھے گلچیں کو رعیت سہرے کی

یہ زینت و زیب اور یہ تزئیں، یہ ناز و ادا اور یہ تمکیں
برجستہ نکلتی ہے تحسیں، اللہ رے نزہت سہرے کی

گلزارِ مدینہ ہے مسکن، بغداد ہے ان پھولوں کا وطن
پھر فضل الٰہی پرتو فگن، ہے اوج پہ قسمت سہرے کی

ابھرا ہے گلستاں کا جوبن پھولا ہے محبت کا گلشن
شرما بھی رہا ہے مشکِ ختن پھیلی ہے جو نگہت سہرے کی

یہ لطف تبسم غنچوں کا یہ طرز تکلم کلیوں کا!
یہ غمزہ و عشوہ پھولوں کا ہے ساری کرامت سہرے کی

کس ناز و ادا سے اترا کر چمٹا ہے کلیجے سے جا کر
بندھتے ہی جبین نوشہ پر کیا کھل گئی قسمت سہرے کی

کچھ باد صبا اتراتی ہے اور جھومتی گاتی آتی ہے
فردوس بریں یاد آتی ہے دیکھی ہے جو رنگت سہرے کی

یہ بزم فلک کے سیارے یہ اختر و انجم مہ پارے
ٹوٹے ہیں عقیدت کے مارے کرنے کو زیارت سہرے کی

یہ ناز و نعم گو ناگوں ہو، یہ عیش و طرب دو نادوں ہو
اللہ کرے روز افزوں ہو یہ شوکت و رفعت سہرے کی

اے شاہ مدینہ شاہِ زمن از بہر حسینؑ از بہرِ حسنؑ
شاداں رہیں دولہا اور دلہن دن دونی ہو عزت سہرے کی

اے طبع خلیلؔ فیض رقم یہ جوش بیاں یہ زور قلم
کھائے گی تری شوخی کی قسم تا عمر لطافت سہرے کی

احمد میاں برکاتی سلّمہٗ
کی روزہ کشائی
کے دعوت نامہ پر یہ شعر لکھا!

یا رب ہرا بھرا چمن آرزو رہے
جب تک چمن میں گل رہے اور گل میں بو رہے

غزلیات

نگاہِ ستمگراں

پیامِ مرگ ہوا نازِ دوستاں نہ ہوا
کسی کی موت ہوئی غمزۂ بتاں نہ ہوا

ضرور بزمِ تصور میں کوئی آتا ہے
مگر مجھے تو تمہارا کبھی گماں نہ ہوا

ہجومِ یاس نے رسوا کہاں کہاں نہ کیا
مری امیدوں کا ماتم کہاں کہاں نہ ہوا

تھا بادباں تو رہا ناخدا مرا دشمن
جو ناخدا کو ترس آیا بادباں نہ ہوا

نہیں عجب کہ دمِ واپسیں وہ آپہنچے
عجب تو یہ ہے کوئی امر نا گہاں نہ ہوا

ہمارے اشک کی یہ مختصر کہانی ہے
کہ دل سے آنکھ میں آیا مگر رواں نہ ہوا

وہ میرے دستِ جنوں کی نقاہتیں توبہ
کہ چاک تھا جو گریباں وہ دھجیاں نہ ہوا

خلیلؔ کہنے کو کیا کیا نہ تو ہوا لیکن
ادا شناسِ نگاہِ ستمگراں نہ ہوا

جامِ محبت

آتے ہیں مجھے یاد پھر ایامِ محبت
وہ صبحِ محبت وہ مری شامِ محبت

دینا ہے تو دید و کوئی دشنامِ محبت
دل ہو بھی چکا خوگرِ آلامِ محبت

اے دل یہ تری جرأت اقدام محبت
تو اور ہوسِ لذت دشنامِ محبت

اٹھی ہیں کسی شاہد رعنا کی نگاہیں
روشن ہیں جو دیوار و در و بامِ محبت

خود کعبۂ عشاق بڑھے بہر زیارت
باندھے ہوئے نکلا ہوں میں احرامِ محبت

آسودۂ محفل ہیں وہ سمجھیں گے بھلا کیا
کس طرح گزرتی ہے مری شامِ محبت

اے دوست محبت کی حقیقت بھی ہے کوئی
دیتے ہیں مجھے لوگ جو الزامِ محبت

اب پوچھ رہے ہو کہ یہ تھا کشتۂ غم کون
باقی ہے کوئی اور بھی دشنامِ محبت

آنکھوں میں نمی ہے تو یہ دل بہہ کے رہے گا
آغاز سے کھل جاتا ہے انجامِ محبت

اللہ مُہوّس کی نگاہوں سے بچائے
بغداد سے ملتا ہے مجھے جامِ محبت

تو کیا ہے خلیلؔ، ان کا مگر یہ بھی کرم ہے
کہتے ہیں تجھے بندۂ بے دامِ محبت

ترے بغیر

دل کا کنول بہار نہ لایا ترے بغیر
آیا جو تیری یاد کا جھونکا ترے بغیر

تاروں کی چھاؤں میں بھی نہیں ہے سکوں نصیب
کتنی اداس ہے مری دنیا ترے بغیر

وارفتگی نے بڑھ کے مجھے اور کھو دیا
آئی نہ راس کوئی تمنا ترے بغیر

عہد شباب، بزمِ طرب، محفل نشاط
بے کیف ہے یہ سارا تماشا ترے بغیر

آہ و بکا کے ساتھ تبسم نہیں کوئی
مہنگا پڑا نہ نزع کا سودا ترے بغیر

دیوانگی خرد کے مقابل نہ آسکی
یعنی جنوں کو ہوش نہ آیا ترے بغیر

رہ جاتا ہے خلیلؔ کلیجہ مسوس کر
چلتا ہے میکدہ میں جو مینا ترے بغیر

زاہدانہ ادائیں

بھلادیں اگر تم نے میری وفائیں
تو پھر کون لے گا جفا کی بلائیں

سر عرش پہنچیں جو میری دعائیں
کہاں جائیں گی پھر تمہاری جفائیں

ادائیں پھر ان مہ وشوں کی ادائیں
کہ دل میں رہیں اور آنکھیں چرائیں

نہ ہوجائیں زیر و زبر یہ فضائیں
غضب ہے کہ آپ اور آنسو بہائیں

تصور میں بھی ہم سے دامن بچانا
یہاں بھی وہی زاہدانہ ادائیں

میں روؤں تو لڑیاں جھڑیں موتیوں کی
چمن ہنس پڑیں وہ اگر مسکرائیں

دو بالا ہوا حسن غصہ سے ان کا
اگر میں نے بھولے سے لے لیں بلائیں

یہ توبہ کی نیر نگیاں اللہ اللہ
مگر توبہ توبہ وہ رنگیں خطائیں

عجب کیا کوئی ان کا پیغام لائے
بڑی خوشگوار آ رہی ہیں ہوائیں

بڑھ اے جذبۂ دل منا لائیں ان کو
چل اے شوقِ پیہم انہیں گد گدائیں

شب غم کے ہیں سب یہ آثار یعنی
اتر نے لگیں آسماں سے بلائیں

خلیلؔ آدمی کا گزر ہے وہاں بھی
جہاں عقل و وہم و گماں تھر تھرائیں

ہم ہی چلے جاتے ہیں

جو ہم غریبوں کو ناحق ستائے جاتے ہیں
خود اپنی راہ میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں

کچھ اس طرح سے خیالوں پہ چھائے جاتے ہیں
نظر سے دور ہیں دل میں سمائے جاتے ہیں

خدا کے واسطے کوئی انہیں بھی سمجھاتا
یہ چارہ ساز مری جان کھائے جاتے ہیں

خزاں بہار کے پردے میں آ گئی سر پر
چمن میں غنچے مگر مسکرائے جاتے ہیں

یہ کس کے دل کو نشانہ بنایا جاتا ہے
یہ کس کے خون میں پیکاں بجھائے جاتے ہیں

یونہی بھڑکتا رہے گا جو شوقِ نظارہ
تو دل کے زخم ان آنکھومیں آئے جاتے ہیں

کبھی نہ ساتھ دیا دلفریب دنیا نے
ہوس شعار مگر تلملائے جاتے ہیں

یہ چارہ سازوں میں سرگوشیاں ہوئیں کیسی
یہ کیوں ملول سب اپنے پرائے جاتے ہیں

جو ہم نہ ہوں گے تو ہوگی نہ ہاؤ ہو یہ خلیلؔ
ہمارے دم کی سب ہائے ہائے جاتے ہیں

دل کی لگی

اپنی بگڑی بنا کے پیتا ہوں
ان سے نظریں ملا کے پیتا ہوں

یار سے لو لگا کے پیتا ہوں
آگ دل کی بجھا کے پیتا ہوں

رحمتِ عام مژدہ دیتی ہے
محتسب کو جتا کے پیتا ہوں

بے خودی پردہ دار ہوتی ہے
ماسوا کو بھلا کے پیتا ہوں

وہ جو ایسے میں یاد آتے ہیں
چار آنسو بہا کے پیتا ہوں

کوثر و سلسبیل کے غم میں
صحنِ مسجد میں جا کے پیتا ہوں

زندگی کو سنوار نے کیلئے
اپنی ہستی مٹا کے پیتا ہوں

اللہ اللہ کمالِ مے نوشی
آنکھوں آنکھوں میں لا کے پیتا ہوں

صدقہ دیتا ہوں پار سائی کا
تھوڑی سی مے گرا کے پیتا ہوں

مجھکو احباب دیں نہ کچھ الزام
"شیخ جی" کو دکھا کے پیتا ہوں

ان کی آنکھوں کو دیکھتا ہوں خلیلؔ
گویا ساغر اٹھا کے پیتا ہوں

غم بے بدل

عرس نوری ۱۴۲۷ھ مارہرہ شریف

کبھی سر کو دھن رہا ہوں کبھی ہاتھ مل رہا ہوں
دلِ مضطرب بتا دے کہ میں کیوں مچل رہا ہوں

میں تمہیں پتا بتا دوں جو تمہیں بھی یاد آئے
میں تمہاری زندگی کا کبھی ماحصل رہا ہوں

کبھی پھول بھی چنے تھے اسی زندگی کی خاطر
اسی زندگی کی خاطر میں انہیں مسل رہا ہوں

میں جو غم میں جل رہا تھا تو سکوں کی جستجو تھی
جو سکوں ذرا ملا ہے تو سکوں میں جل رہا ہوں

مجھے ان کے وار سہنے انہیں مجھ پہ وار کرنے
وہ اُدھر سنبھل رہے ہیں میں اِدھر سنبھل رہا ہوں

مری بے خودی نے بخشا وہ سرور زندگی کا
کہ میں موت کے سہارے تری راہ چل رہا ہوں

نہ مجھے خلیلؔ شکوہ نہ کوئی گلہ کسی سے
کہ میں اپنی زندگی کا غم بے بدل رہا ہوں

شمعِ اُمّید

آنکھ میری جو ڈبڈباتی ہے
آبرو ضبطِ غم کی جاتی ہے

اک میسحا کی بات جاتی ہے
یعنی پھر موت مسکراتی ہے

یوں نہ آؤ نقاب ڈالے ہوئے
آرزو اور تلملاتی ہے

زندگی بھی حباب آسا سہی
فکرِ فردا بھی کھائے جاتی ہے

غنچہ وگل کی تاک میں ہے خزاں
شورِ بلبل عبث مچاتی ہے

ہے عدم بھی وجود کی تمہید
جان جاتی ہے موت آتی ہے

بو الہوس دشت سے نکل جائیں
میری وحشت قدم بڑھاتی ہے

میرے مالک لگا دے ساحل سے
کشتیٔ عمر ڈگمگاتی ہے

کوئی ہمدم نہیں شبِ غم کا
شمعِ امید ٹمٹماتی ہے

ہے سراپا فریب گو دنیا
دل مگر کس قدر لبھاتی ہے

پھول برسا نہ یوں سخن کے خلیلؔ
غنچۂ و گل کو شرم آتی ہے

آتش شوق

آج جو ناز سے اٹھلاتی ہوئی آتی ہے
ہو نہ ہو یار کا پیغام صبا لاتی ہے

ماند پڑ جاتی ہے تنویر مہ و انجم کی
ان کی تصویر جب آنکھوں میں سما جاتی ہے

آپ آتے ہیں جو بالیں پہ نقاب افگندہ
اس کے معنی ہیں کہ در پردہ قضا آتی ہے

چھین تو لیتی ہے دل ابر بہاری کی ادا
آپ کی یاد مگر اور بھی تڑپاتی ہے

مختصر داستاں مجھ تلخ نوا کی یہ ہے
میری ہستی بھی مرے حال پہ جھنجلاتی ہے

دل کی تسکین تو ہو جاتی ہے روتے روتے
آتشِ شوق مگر اور بھڑک جاتی ہے

کتنا تاریک ہے پہلو شبِ تنہائی کا
ان کے ہوتے بھی طبیعت مری گھبراتی ہے

یہ تو سمجھاؤ کہ کیا دیکھنے والے سمجھیں
ذکر ہوتا ہے مرا تم کو حیا آتی ہے

آگ لگ جاتی ہے دامانِ تحمل میں خلیلؔ
عشق کے نام سے دنیا مری تھراتی ہے

جستجو

نگہت نہ تیری زلف کی گر چار سو گئی
کس دُھن میں پھر نسیم سحر کو بہ کو گئی

پوچھا نہ تم نے حال دل بے قرار کا
حسرت بھی اٹھ کے بزم سے شرمندہ رو گئی

وابستہ میرے دم سے یہ سب ہائے وائے ہے
اٹھا جو میں تو دیکھنا سب ہاؤ ہُو گئی

اے اشک تجھ سے بھی نہ ہوا دل کا کچھ علاج
آنکھوں سے گر کے اور تری آبرو گئی

اللہ رے بے خودیٔ محبت کہ بارہا
خود میری جستجو میں مری جستجو گئی

نظّاروں میں وہ لطف میسر نہیں رہا
شاید کہ دلفریبیٔ ہر رنگ و بو گئی

ساقی نے میرے نام پہ تشکیل بزم کی
میخانے میری روح جو بہر وضو گئی

آنا تھے اور نہ آیا ہمیں چین عمر بھر
جانی تھی اور نہ ہم سے محبت کی خُو گئی

سنتے ہیں مے سے توبہ کئے بیٹھے ہیں خلیلؔ
اب میکدہ سے لذتِ جام و سبو گئی

رازِ زندگی

ہر نفس کو ہم پیغامِ آخری سمجھا کئے
زندگی کو مایۂ بے مائگی سمجھا کئے

آسرا جینے کا تم کو جیتے جی سمجھا کئے
جان دینے کو ہمیشہ زندگی سمجھا کئے

دل کی بربادی کو ہم دل کی خوشی سمجھا کئے
عمر بھر بس موت ہی کو زندگی سمجھا کئے

الوداع اے عشرتِ فانی کہ آنکھیں کھل گئیں
ہم فریبِ زندگی کو زندگی سمجھا کئے

آج عرضِ حال پر میرے توجہ خاص تھی
گفتنی سنتے رہے ناگفتنی سمجھا کئے

بے خودی کہتے ہیں جس کو موت ہے احساس کی
موت کے احساس کو ہم بے خودی سمجھا کئے

عشق میں کھوئے تو پہچانی حقیقت حسن کی
اور دیوانے اسے دیوانگی سمجھا کئے

کیا بتاؤں کیسی گزری بزمِ حسنِ یار میں
میری سب سنتے رہے اور یار کی سمجھا کئے

نفس کی ناکامیوں میں کامرانی ہے خلیلؔ
زندگی کا راز اہلِ دل یہی سمجھا کئے

آرزوئے دید

یا تو یہ ہو کہ تاب رہے دید کی مجھے
یا یہ کہ چشمِ لطف سے دیکھے کوئی مجھے

یارب عطا ہو ایسا سکون دلی مجھے
غم کا ہو کوئی غم نہ خوشی کی خوشی مجھے

شاید کہ راس آ گئی کوئی خوشی مجھے
میں زندگی کو روتا ہوں اور زندگی مجھے

طے ہو رہا ہے قصۂ طولانی حیات
اب تو نہ دے فریب، غمِ زندگی مجھے

مِل مِل کے رو رہے ہیں جو تاب و توانِ دل
اے آرزوئے دید کہاں لے چلی مجھے

غربت کی راہ میں جو بڑھایا کبھی قدم
کچھ دور روتی آئی مری بیکسی مجھے

کیا کیا نہ گل کھلائے غم روزگار نے
تم ہی بتاؤ تم نے بھی پوچھا کبھی مجھے

سب کچھ بھلادیا ستم روزگار نے
پھر بھی تمھاری یاد ستاتی رہی مجھے

رکھتا جو جسم زار پہ دو چار دھجیاں
دستِ جنوں نے اتنی بھی مہلت نہ دی مجھے

غربت میں اب تو عیش بھی بھاتا نہیں خلیلؔ
ہائے وطن کی یاد کہاں آ گئی مجھے
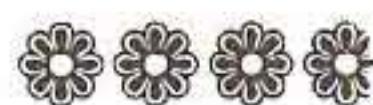
شعلۂ عشق

میرے جذبۂ عشق کی ادنیٰ سی یہ تاثیر ہے
یاس ہے پہلو میں لیکن شوق دامنگیر ہے

تجھ کو کس سے شکوۂ ناکامیٔ تدبیر ہے
خود ترے ہاتھوں میں غافل خامۂ تقدیر ہے

مایۂ جمعیت دل ہے پریشاں خاطری
میں اسیرِ زلف ہوں وحشت میری جاگیر ہے

زیست کیا ہے؟ اک طلسم کائناتِ رنگ و بو
موت کیا ہے؟ اس طلسم خواب کی تعبیر ہے

ہر مصیبت میں ہے مضمر راحت و آرام بھی
ہاتھ میں دامانِ شب کی صبح کی تنویر ہے

ہوش میں ہوتا تو کچھ راز حقیقت کھولتا
اے سرورِ بے خودی یہ سب تری تقصیر ہے

میں اِدھر مشاطۂ تدبیر سے مصروف ہوں
اُس طرف حیرت زدہ آئینہ تقدیر ہے

ہو نہ ہو بھڑکا ہے دل میں آج شعلہ عشق کا
ورنہ کیوں ان آنسوؤں میں آگ کی تاثیر ہے

کاٹئے اس دور کو گوشہ نشیں بن کر خلیلؔ
شورشیں برپا ہیں ہو سو، شورِ دار و گیر ہے
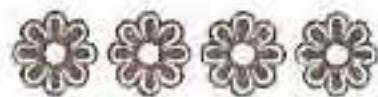
عشق بے اختیار

ہچکیوں کا شمار ہے یعنی
آپ کا انتظار ہے یعنی

فتنہ برپا ہے آج عالم میں
دل بہت بے قرار ہے یعنی

آنکھ اُٹھتی نہیں ہے محشر میں
فتنہ گر شرمسار ہے یعنی

کس قدر سوگوار ہے دنیا
زیست بھی ایک بار ہے یعنی

مستیِ چشم یار ارے توبہ
شام ہی سے خمار ہے یعنی

وہ بلانے سے بھی نہیں آتے
حسن بااختیار ہے یعنی

وہ پہر ڈھل گئے مسرت کے
ختم صبحِ بہار ہے یعنی

دل دھڑکتا ہے بلّیوں میرا
ان کے دل کی پکار ہے یعنی

سارے جلوے ہیں حسن کامل کے
عشق بے اختیار ہے یعنی

کس نے دل کا قرار لوٹ لیا
کیوں سکوں ناگوار ہے یعنی

پوچھنا کیا خلیلؔ مضطر کا
ایک تازہ شکار ہے یعنی

دلِ خلیل

جب عشق کا سودا مول لیا احباب سے رشتہ ٹوٹ گیا
وہ دل کی تمنا خاک ہوئی، وہ دامن عشرت ٹوٹ گیا
دل بھی تو خلیلؔ خستہ کا شیشے سے زیادہ نازک تھا
صدمے جو پڑے تو مول گیا نظروں سے گرا تو پھوٹ گیا

شور دار گیر

انقلاب دہر کی تصویر کیا؟
خواب کیا ہے؟ خواب کی تعبیر کیا؟
زندگی شوریدگی کا نام ہے
پھر مالِ شورِ دار و گیر کیا؟

وفا و خطا

دو چار خطاؤں کو خاطر میں نہ لانا تھا
اور میری وفاؤں کو دل سے نہ بھلانا تھا
تم اپنی نگاہوں سے بجلی ہی گرا دیتے
مجھکو تو نہ نظروں سے اس طرح گرانا تھا

عشق

بیتاب ہے دل بے چین جگر اور منہ کو کلیجا آتا ہے
ماحول پہ وحشت طاری ہے جی آج مرا گھبراتا ہے
کیا یہ بھی کوئی بیماری ہے یا عشق اسی کو کہتے ہیں
تسکین جو کوئی دیتا ہے دل اور بھی بیٹھا جاتا ہے

الوداع

(حالات سے متاثر ہو کر)

ہر لمحہ سکونِ دل ہو جہاں اک ایسی منزل ڈھونڈینگے
طوفاں نہ جہاں پر کوئی اٹھے ہم ایسا ساحل ڈھونڈینگے
برتا ہے خلیلؔ اپنوں کو بہت اب غیروں کو اپنائینگے
جس بزم میں سب بیگانے ہوں ہم ایسی محفل ڈھونڈینگے

(۱۵ر محرم الحرام ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۲ر اکتوبر ۱۹۸۴ء بروز پنجشنبہ)